ذیقعد/ذوالحجہ 1434ھ

اکتوبر 2013ء

# ماہنامہ المرشد

لَیْسَ یَتَحَسَّرُ اَہْلُ الْجَنَّۃِ اِلاَّ عَلٰی سَاعَۃٍ مَرَّتْ
بِہِمْ لَمْ یَذْکُرُوا اللّٰہَ تَعَالٰی فِیْہَا (ترمذی)

جنت میں جانے کے بعد اہل جنت کو دنیا کی کسی چیز کا بھی قلق و افسوس نہیں ہوگا۔ بجز اس گھڑی کے جو دنیا میں اللہ کے ذکر کے بغیر گزر گئی ہو۔

مسجد سلطان احمد استنبول

جس طرح دوسری عبادات ہیں۔ اسی طرح رزق حلال کی تلاش بھی عبادت ہے، فرض ہے۔ لیکن اس میں اس قدر محو ہو جانا کہ آخرت یاد نہ رہے، یہ درست نہیں ہے۔

حضرت شیخ المکرم
امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

# تصوف

دیکھا گیا ہے کہ بیماری میں انسان اکثر کھانا پینا ترک کر دیتے ہیں باوجود اس کے کہ انہیں غذا کی ضرورت ہوتی ہے لیکن احساس ضرورت یعنی بھوک نہیں لگتی۔خوراک کے بغیر وہ مزید لاغر ہو جاتے ہیں اور موت کے قریب تر ہو جاتے ہیں۔

انسانی روح کی غذا تجلیات باری تعالیٰ ہیں۔ اس کی صحت کا مدار عبادات پر ہے۔ فرائض روح کی صحت و بقاء کے لئے بنیادی غذا ہیں۔توبہ اس کا علاج ہے اور ذکر اللہ علی الدوام یعنی ہر لحہ اللہ کی یاد میں رہنا اس کی حیات ہے۔ جب روح ذکر اللہ سے غافل ہوتی ہے تو بیمار ہو جاتی ہے۔ بیمار روح کو نیکی کی بھوک نہیں لگتی۔عبادات اس پر گراں گذرتی ہیں اور بالآخر ترک ہو جاتی ہیں۔

تصوف اس فن کا نام ہے جو روح کے مرکز یعنی قلب کو پھر سے صحت وجلا بخشتا ہے۔ تصوف صفائے قلب کا نام ہے۔اس کے ماہرین مشائخ کہلاتے ہیں اُن کے سینے ان حیات آفرین برکات سے روشن ہوتے ہیں جو آپ ﷺ کے قلب اطہر سے کائنات میں جاری وساری ہیں۔ ہر دور میں ان برکات سے انسانی قلوب کا تزکیہ (صفائی) کرنا آپ ﷺ کا ہی منصب جلیلہ ہے۔ چونکہ قیامت تک آپ ﷺ کا دورِ رسالت ہے لہٰذا ہر دور میں ایسے روشن سینے ضرور رہیں گے جو ان برکات کے امین ہوں گے اور جن کی صحبت میں رہ کر خلوص سے ذکر اللہ کی نعمت حاصل کر کے تزکیہ (تصوف) حاصل ہو سکے گا۔

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ، شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

ماہنامہ

# المرشد

PS/CPL#15

## فہرست


| | | |
|---|---|---|
| اسرار التنزیل سے اقتباس | شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان | 3 |
| اداریہ | ابوالاحمدین | 4 |
| کلامِ شیخ | سیماب اویسی | 5 |
| اقوالِ شیخ | انتخاب | 6 |
| طریقہ ذکر | | 7 |
| اعتکاف کا آخری بیان | شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان | 8 |
| مسائل السلوک | شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان | 15 |
| اکرم التفاسیر | شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان | 18 |
| غزوہ خندق | شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان | 25 |
| من الظلمت الی النور | مولانا ابوبکر گونڈہ، انڈیا | 31 |
| حقوق والدین | | 33 |
| خواتین کا صفحہ | ایم فاران، کراچی | 38 |
| بچوں کا صفحہ | ع خان، لاہور | 40 |
| حج وعمرہ کا طریقہ اور مسائل | محمد منصور الزمان صدیقی | 42 |
| سوال اور جواب | | 50 |
| The Identity of a Believer | Ameer Muhammad Akram Awan | 54 |
| A LIFE ETERNAL CH:20 | Abul Ahmadain Translation : Naseem Malik | 57 |


اکتوبر 2013ء ذیقعد / ذوالحجہ 1434ھ

جلد نمبر 35 شمارہ نمبر 02

مدیر: محمد اجمل

معاون مدیرہ: آصفہ اکرم (اعزازی)

سرکولیشن مینیجر: محمد اسلم شاہد

قیمت فی شمارہ: 40 روپے

**بدل اشتراک**

پاکستان 450 روپے سالانہ، 235 روپے ششماہی

| | |
|---|---|
| بھارت / سری لنکا / بنگلہ دیش | 1200 روپے |
| مشرق وسطیٰ کے ممالک | 100 ریال |
| برطانیہ یورپ | 35 اسٹرلنگ پاؤنڈ |
| امریکہ | 60 امریکن ڈالر |
| فاراِیسٹ اور کینیڈا | 60 امریکی ڈالر |

انتخاب جدید پریس لاہور 36309053-042 ناشر: عبدالقدیر اعوان

سرکولیشن ورابطہ آفس: ماہنامہ المرشد، 17 اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ، لاہور

PH: 042-35180381 , Email: monthlyalmurshed@gmail.com

مرکزی دفتر: دارالعرفان ڈاکخانہ نور پور ضلع چکوال۔ ویب سائٹ سلسلہ عالیہ: www.oursheikh.org

Ph: 0543-562200 , FAX: 0543-562198 Email: darulirfan@gmail.com

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے"۔

# اچھوتے انداز اور منفرد طرز تحریر کی حامل

## تفسیر قرآن حکیم **اسرار التنزیل** سے اقتباس

### حصول تزکیہ

جو شخص بھی تعلیمات رسول ﷺ کو قبول کرتا ہے اللہ کے رسول اسے ایسا پاک کر دیتے ہیں اور فکر و خیال، عقیدہ و اعمال، ظاہر و باطن ہر طرح سے اس کی ایسی صفائی فرماتے ہیں کہ اس کے اس عمل کو اللہ نے اپنی عظیم رحمت کے طور پر بیان فرمایا ہے۔ گویا ایسا پاک کرتے ہیں کہ معمولی عقل کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ ہاں واقعی ان لوگوں کو کسی کی صحبت نصیب ہوئی ہے۔ تزکیہ کے ساتھ اللہ کا رسول ﷺ کتاب اللہ اور حکمت و دانائی (یعنی ارشادات رسول ﷺ) کی تعلیم دیتا ہے۔ گویا تعلیم و حکمت کا مدار تزکیہ پر ہے۔ اگر یہ نعمت نصیب نہ ہوئی تو حقیقی علم نافع نصیب نہ ہوگا۔ آج علماء باہم دست و گریباں ہیں اور دوسروں پر کفر کے فتویٰ لگا رہے ہیں۔ کبھی علماء کافروں کو اسلام کی طرف راغب کرتے تھے اور آج جگہ جگہ کفر سازی کا کام جاری ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ تزکیہ قلوب نصیب نہیں سو دین بھی قسمت میں نہیں بلکہ محض اپنے وقار کے لئے جنگ جاری ہے۔ الا ماشاءاللہ صرف وہ حضرات اس مصیبت سے بچے ہوئے ہیں جو تزکیہ باطن کی طرف بھی کوشاں ہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ تزکیہ آج کل مشکل ہے تو درست نہ ہوگا کہ فیضان نبوی ﷺ تو قیامت تک آنے والی انسانیت کے لئے عام ہے۔ تعلیمات نبوی ﷺ، قرآن و حدیث ہر ملک میں ہر جگہ دستیاب ہے۔ تو تزکیہ جو ایک باطنی کیفیت کا نام ہے جس میں نہ تحریف کا ڈر، نہ ملاوٹ کا اندیشہ پھر کیونکر ضائع ہو گیا اور اگر خدانخواستہ ایسا ہو گیا تو پھر دین کہاں رہا۔ یہ اور بات ہے کہ اس کے امین کمیاب ہیں اور یہ ہمیشہ ہوتا ہے۔ تھوڑے تو ہو سکتے ہیں ختم نہیں ہو سکتے کہ انہیں حفاظت باری حاصل ہے اور یہی دنیا کے قیام کا سبب ہے۔ جب ختم ہوں گے تو سب کچھ ختم ہوگا اور قیامت قائم ہوگی۔

یہ عمل انعکاسی اور القائی ہے۔ حضور ﷺ سے صحابہؓ نے، ان سے تابعینؒ نے، ان سے تبع تابعینؒ نے اور ان سے اولیاء امتؒ نے حاصل کیا۔ یہ تمام مسلمانوں کی امانت ہے اور تمام مرد و زن کو چاہیے کہ اس نعمت عظمیٰ کو حاصل کرنے کی سعی کریں۔

اداریہ

# کھیل ہی کھیل میں حاصلِ منزل نہ کھو جائے......

الحمراء حال میں ایک تقریب کے دوران مقرر نے حاضرین کو مسلسل موبائل فونز استعمال کرتے ہوئے دیکھا تو ازراہِ تفنن یہ کہنے پر مجبور ہوگیا کہ اس کھلونے کو تھوڑی دیر کے لئے بند کر کے جیبوں میں سنبھال لیں، لیکن ہر کھیل کا اپنا ہی نشہ ہوتا ہے۔ موبائل کی گھنٹیاں تو بند نہ ہوسکیں لیکن ملکی سطح کی شہرت کے حامل اس مقرر نے جس برجستگی سے موبائل کے لئے "کھلونے" کا لفظ استعمال کیا تھا اس سے بہتر شاید ہی کوئی لفظ تجویز کرنا ممکن ہو۔ البتہ ہماری دینی، معاشرتی اور خاندانی اقدار پر موبائل فون کے استعمال کی ہلاکت آفرینیوں کو دیکھتے ہوئے اسے کھلونا ہی نہیں بلکہ کھلونا بم بھی کہا جاسکتا ہے۔

موبائل فون دورِ حاضر کی ایک انتہائی مفید مواصلاتی ایجاد ہے۔ پاکستان میں موبائل فون کی کھپت دنیا بھر میں سب سے زیادہ ہے لیکن افسوس کہ اسے زیادہ تر منفی سرگرمیوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اس وقت ہمارے ہاں موبائل فون کا ہمہ وقت استعمال چھوٹوں اور بڑوں میں Addiction کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ ٹی وی چینلز پر جس طرح موبائل فون کے اخلاق باختہ اشتہاروں کی بھرمار ہے، اِن سے تو یہی تاثر ملتا ہے کہ موبائل فون ہماری دینی اور اخلاقی قدروں کو تہہ و بالا کرنے کے لئے مؤثر ترین ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جارہا ہے۔ ان اشتہارات میں بے راہ روی کی ترغیب اور باہمی رابطوں کے نت نئے طریقے سکھائے جاتے ہیں جن کا سبق شیطان نے بھی نہ دیا ہوگا۔ رات بھر داستانِ عشق سننے اور سنانے کے انتہائی سستے پیکج بلکہ نوخیز نسل کی بربادی کے لئے فری کالز کی آفرز، جس کے نتیجے میں موبائل فون کی ہلاکت خیزی کے شکار ستم رسیدہ والدین اور ناپختہ ذہن بچے اور بچیوں کی بربادی کی ان گنت داستانیں جنم لے رہی ہیں جو بدنامی کے ڈر سے منظرِ عام پر بھی نہیں آتیں۔

موبائل فون کی کسی کمپنی نے کبھی اس کے مثبت پہلوؤں اور تعمیری استعمال پر بھی روشنی ڈالی ہے؟ کیا موبائل فون کے منفی استعمال کے مضمرات سے آگہی کے لئے بھی کوئی بات کرتا ہے؟ ضرورت ہے کہ ہمارے قلم کار اور دانشور حضرات اس اہم معاشرتی مسئلے کو موضوعِ سخن بنائیں۔ علماء کا بھی فرض ہے کہ عوام کو موبائل کے اس کھیل میں تضیع اوقات کے نقصانات سے آگاہ کریں اور بالخصوص نئی نسل کی تربیت فرمائیں کہ موبائل فون پر بچے اور بچیوں کی باہمی گپ شپ صرف کھیل ہی نہیں بلکہ فرمانِ نبوی ﷺ کے مطابق زبان کی بدکاری ہے، جس کے بعد موبائل فون ہی کی معاونت سے انتہائی قدم اٹھانے کی حماقت بھی سرزد ہوجاتی ہے۔

مساجد میں اچانک کسی موبائل فون پر کوئی فلمی گیت یا سازینے کی دھن شروع ہوجاتی ہے اور اگر کسی نمازی کو خشوع و خضوع کسی درجہ میں بھی حاصل ہو تو وہ پارہ پارہ ہوجاتا ہے۔ افسوس کہ یہی صورتحال حرمین شریفین میں بھی دیکھنے میں آتی ہے۔ عازمینِ حج کو مختلف تربیتی کورس کرائے جاتے ہیں لیکن شاذ ہی موبائل فون کے استعمال کے بارے میں بھی ہدایات دی جاتی ہوں۔ طواف اور سعی حج کے اہم ارکان ہیں لیکن موبائل فون سے کھیلنے کا شوق ان ارکان کی ادائیگی میں بھی نہیں چھوٹتا۔ روضۂ اطہر ﷺ کے سامنے جہاں تقاضائے ادب ہے کہ نگاہیں زمین بوس ہوں، موبائل فون سے فوٹوگرافی کی جسارت گستاخی نہیں تو اور کیا ہے! ایک شام مسجد نبوی ﷺ کے امام محترم الشیخ علی بن عبدالرحمٰن حذیفی نے اس فوٹوگرافی پر گرفت بھی فرمائی لیکن اثر ندارد۔ ایسا نہ ہو کہ موبائل فون کے کھیل ہی کھیل میں حاصلِ منزل بھی ضائع کر بیٹھیں اور واپسی پر چند فوٹوگراف کی صورت یادوں کے سوا دامن خالی ہو۔

ابوالاحمدین

## کلامِ شیخ

### سیماب اویسی

امیر محمد اکرم اعوان' سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

| | |
|---|---|
| گردِسفر | نشانِ منزل |
| کون سی ایسی بات ہوئی ہے | سوچ سمندر |

| | | |
|---|---|---|
| متاعِ فقیر | آس جزیرہ | دیدہ تر |

اپنی شاعری کے بارے میں خود لکھتے ہیں:

''مگر حق یہ ہے کہ یہ سب محض میری کیفیات اور میرے جذبات کے اظہار کے علاوہ کچھ نہیں ۔ یہ اشعار کیسے ہیں، ان کا معیار کیا ہے، بلکہ یوں کہیے یہ اشعار ہیں یا نہیں، اس کی مجھے خبر نہیں اس لئے کہ میں نے یہ فن سیکھا ہے نہ اس کے اسرار و رموز۔ میں نے جتنا بھی سیکھا سب کچھ اپنے عظیم شیخ کی توجہ اور نگاہ کا حاصل ہے۔ اگر ان اشعار میں واقعی کوئی کمال نظر آئے تو یہ اللہ کی عطا اور شیخ المکرّم کا فیضانِ نظر ہے۔ اور اس کے سارے سقم کی ذمہ داری میری کمزوریوں کا نتیجہ ہے۔ اللہ کرے جو میں چاہتا ہوں وہ کہہ سکا ہوں اور جو کہہ گیا ہوں وہ کسی کی سمجھ آسکے تو میں نے اپنا مقصد حاصل کرلیا''۔

فیضانِ نظر، متاعِ فقیر

## نعت

آؤ اس رحمتِ عالم کی بات کریں
آج ہم عشقِ نبیؐ میں بسر یہ رات کریں

مل کے بیٹھے ہیں کریں آج نچھاور دل کو
آؤ اس در پہ کبھی خود سے ملاقات کریں

باتیں اس گل کی کریں ذکرِ رُخِ یار کریں
جس کی تعریف نباتات، جمادات کریں

اپنے محبوب کی الفت کا تقاضا یہ ہے
بزمِ دنیا میں بیاں اس کی حکایات کریں

ہے کٹھن اور بڑا سخت اندھیرا پھر سے
روشنی پھیلے بیاں اس کی روایات کریں

دلِ سیماب میں دیکھو تو چمک ہے اس کی
کیوں زمانے پہ نہ ہم اس کی ہی برسات کریں

''دیدۂ تر'' سے اقتباس

# اقوالِ شیخ

1۔ بجز ذکر الٰہی اشیاء اپنا وجود قائم نہیں رکھ سکتیں۔

2۔ حقیقت میں صوفی وہ ہے جس کا وجود مجسم تبلیغ ہو، اس کی عبادت باعثِ اصلاح خلف ہو۔ اس کا کلام دعوت الی الحق ہو۔

3۔ ذکر الٰہی جب دل کی دھڑکن بنتا ہے، خون کا حصہ بنتا ہے تو سارا بدن خود بخود اصلاح کی طرف چل پڑتا ہے۔

4۔ علم کی اساس، عظمت الٰہی کی پہچان کا ہونا، علم کی بنیاد، محمد ﷺ سے تعلق قائم ہونا ہے۔

5۔ عشق رسول، نور ایمان دو الگ چیزیں نہیں ہیں، یہ ایک ہی شئے کے دو رخ ہیں۔ تیسرا پہلو اطاعت پیغمبر ﷺ کا ہے۔ کوئی ایک بھی چھوٹ گیا تو سمجھو سب کچھ چھوٹ گیا۔

6۔ ذکر نسیان کے، بھول کے مقابل ہے۔ جس کام میں اللہ کی یاد ہے وہ کام اللہ کا ذکر ہے۔

7۔ اظہار واجب ہے اور اگر یہ دین نہیں تو پھر اسے ترک کر دینا واجب ہے۔ اسے چھپانے کی اجازت نہیں۔

8۔ ایک لمحہ کا ذکر زندگی سنوار دیتا ہے۔ نیک صحبت میں دل ایسے بدل جاتا ہے، آتا ہے تو کچھ اور ہوتا ہے، جاتا ہے تو کچھ اور ہوتا ہے۔

9۔ جب بندہ اس حقیقت کو پالے کہ سب کچھ "وہ" ہی ہے میں کچھ نہیں ہوں، تب عشق کی چاشنی، محبت کا مزہ اور کیفیات نصیب ہوتی ہیں۔

10۔ جب تک دل میں اتباع رسول ﷺ کی محبت اور عدم اطاعت سے نفرت نہ آجائے بندہ عملی زندگی میں تبدیلی پیدا نہیں کر سکتا۔

11۔ ہر کام میں اپنی منزل پر نگاہ رکھے اور فانی لذات کے لئے، عارضی لمحوں کی مٹھاس کے لئے، دائمی اور ابدی راحتوں اور آسائشوں کو قربان نہ کرے۔

ذکر کا فائدہ یہ ہے کہ بندے کو اپنے کچھ نہ ہونے اور اللہ کے سب کچھ ہونے کا احساس ہو جائے۔

ذاتِ باری کے معاملے میں اپنے نہ ہونے کا ادراک ہو جائے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں سب کچھ وہ ہے۔

شیخ المکرّم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

# طریقۂ ذکر

**پہلا لطیفہ۔** مکمل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ ہر سانس کی آمد و رفت پر اس طرح گرفت ہو کہ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ قلب پر لگے۔

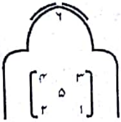

دوسرے لطیفے کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ دوسرے لطیفے پر لگے۔ اسی طرح تیسرے چوتھے اور پانچویں لطیفہ کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ اس لطیفہ پر لگے جو کیا جا رہا ہو۔ دیئے گئے نقشے میں انسان کے سینے، ماتھے اور سر پر لطائف کے مقامات بتائے گئے ہیں جن کا خیال کر کے ذکر کیا جاتا ہے۔

**چھٹا لطیفہ۔** ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کا شعلہ پیشانی سے نکلے۔

**ساتواں لطیفہ۔** ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کا شعلہ پورے بدن کے ایک ایک مسام اور خلیہ سے باہر نکلے۔

ساتویں لطیفہ کے بعد پھر پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ سب سے پہلے بیان ہوا ہے۔ ذکر کے دوران سانس تیزی اور قوت سے لیا جائے اور ساتھ ہی جسم کی حرکت جو سانس کے تیز عمل کے ساتھ خود بخود شروع ہو جاتی ہے۔ پورا خیال رہے کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔ توجہ قلب پر مرکوز اور ذکر کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

**رابطہ:** ساتوں لطائف کے بعد رابطہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے۔ ساتویں لطیفہ کے بعد پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے اور پھر رابطہ کے لئے سانس کی رفتار کو طبعی انداز پر لا کر ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' قلب کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ عرش عظیم سے جا ٹکرائے۔

8 اگست 2013ء/29 رمضان المبارک

# اعتکاف رمضان المبارک 1434ھ کا آخری بیان

شیخ المکرم حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ O وَالصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ Oاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِOبِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

سوال: آپ کی خدمت میں ذکر قلبی سے دل نرم، آخرت کی یاد اور گناہوں پر ندامت اور معافی کی طلب پیدا ہوگئی ہے واپس اپنی عملی زندگی میں جانا ہے اور دل چاہتا ہے کہ یہ کیفیات اور انوارات کا عمل یونہی برقرار رہے۔

جواب: اللہ کرے! ان شاء اللہ۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ جو کیفیات صحبت میں نصیب ہوتی ہیں، علیحدگی میں نیکیوں میں کمی آجاتی ہے وہ کیفیت نہیں رہتی۔ پھر اس کا علاج یہی ہے کہ ملتے رہنا چاہیے۔ مدرسے سے پیار کرتے رہنا چاہیے۔ بار بار آتے رہنا چاہیے۔ چونکہ جو ماحول یہاں اللہ کے گھر میں ہے جب آپ باہر نکلیں گے تو یہ فضا، یہ ماحول، یہ کیفیت نہیں رہے گی۔ یہ فطری بات ہے۔ گذارش ہے کہ ہم جو مراقبات اور منازل سلوک کرتے ہیں یہ سب عبادات ہیں۔ جیسا کہ حضرت جیؒ سے سوال عرض کیا گیا تھا کہ مراقبات و منازل جو ہم سے باقاعدہ ہوسکتے ہیں کی مناسبت سے آخرت میں کیا ثمرات ہوں گے؟ تو آپؒ نے فرمایا تھا کہ جو ساتھی اپنے اہل خانہ کے ساتھ ذکر کرے گا تو اس کا ذکر ایسے ہوگا جیسے میرے ساتھ بیٹھ کر کر رہا ہے۔

سوال: کیا یہ حیثیت اب بھی قائم ہے؟

جواب: میرے بھائی اذکار اور مراقبات اصولی طور پر تمام نفلی عبادات سے اعلیٰ ہیں۔ فرائض کی اپنی حیثیت ہے لیکن جو نفلی عبادات ہم کرتے ہیں اس سے مراقبات اور اذکار فرائض کے بعد سب سے اعلیٰ عبادات ہے۔ اہل خانہ کے ساتھ ذکر کرنا بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ اپنی ایک قدر و منزلت اور حیثیت رکھتا ہے۔ اور اللہ اہلِ خانہ کو بھی توفیق دے اور ہمیں بھی توفیق دے کہ ان کی بھی فکر کریں۔ جن بچوں، جس خاندان کو ہم مصیبت سے، دھوپ سے، گرمی سے، بھوک سے، افلاس سے، برائی سے بچانا چاہتے ہیں ان کی آخرت بھی محفوظ کرنی چاہیے۔ دنیا کے دکھ تو گذر جاتے ہیں، آخرت کی اہمیت زیادہ ہے۔ کوشش کریں کہ سب کو یہ دولت نصیب ہو اور سب کی اصلاح ہو اور آخرت سنور جائے۔ ان سب امور کے لئے اللہ کریم سے دعا کی جاسکتی ہے۔ محنت کرنا چاہیے۔ انسان کے ذمے محنت ہے، ثمرات اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں۔ ثواب وہبی چیز ہے، اللہ کریم عطا فرماتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے وَ الَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا...... (العنکبوت:69)

جو لوگ ہماری رضا کے لئے مجاہدہ کرتے ہیں۔ لفظ فِیْنَا نے اس مجاہدے کو مختص کر دیا کہ وہ خالص اللہ کی رضا کے لیے ہے۔ ان کے ساتھ یہ وعدہ ہے کہ ہم ان کو راستہ دکھائیں گے، راستے کھول دیں گے، اپنی طرف سے متعدد راہیں کھول دیں گے۔ در اصل ذکرِ قلبی اور مراقبات زادِ آخرت ہی ہیں اور ایک بہت ہی جاننے والا، پڑھا لکھا، عالم نیک بھی ہو، مخلص بھی ہو، اعمال میں شریعت کا پابند بھی ہو، اللہ کریم

اس کی نجات بھی فرما دیں تو اس درجے کو نہیں پا سکتا جسے ایک لطیفۂ ربانی حاصل کرنے والا ذاکر پا سکتا ہے۔ مراقبات نصیب ہو جائیں تو باری تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے۔ یہ آخرت کے درجات کی بلندی کا سبب ہے۔ انسان اس میں جتنی محنت بھی کرے، اسے کرنی چاہیے۔ انسان کی روح عالمِ امر سے ہے۔ حضرت رحمتہ اللہ علیہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ کوئی مراقبات میں اگر خلق کا دائرہ عبور کر کے روحانی طور پر عالم امر میں پہنچ جائے تو وہ واپس گھر پہنچ جاتا ہے۔ چونکہ اس کی روح عالمِ امر سے ہے، وہ واپس اپنے وطن، اپنے گھر پہنچا۔ اس سے آگے اسے اللہ جتنا دے وہ اللہ کا کرم ہے، ترقی درجات ہے لیکن ذکر الٰہی بہت بڑی اور نہ ختم ہونے والی نعمت ہے۔ وجود پر موت بھی طاری ہو جائے، اعضاء بکھر بھی جائیں تو بھی ہر ذرہ، ہر باڈی سیل (Body cell) جہاں ہوتا ہے ہمیشہ اللہ اللہ کرتا رہتا ہے۔ میدان حشر میں جن کے وجود اور جن کے قلوب اور روح ذاکر ہوں گے ان کے درجات اللہ کی بارگاہ میں بہت بلند ہوں گے۔ ان کو اندازہ ہوگا کہ اس کی قیمت کیا ہے، یہ کتنی قابل قدر چیز ہے؟ اللہ کریم نے توفیق بخشی آپ سب حضرات کو بھی او رہمیں بھی کہ ہم رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اللہ کی رضا کے لیے یہاں جمع ہوئے۔ رمضان المبارک کا آخری عشرہ جہنم سے آزادی کا عشرہ ہے، اللہ کریم قبول فرمائے۔ جہاں تک مراقبات کا تعلق ہے ایک ایک مراقبہ اتنا قیمتی ہے کہ اس کے لئے جان بھی دی جا سکتی ہے۔ درراصل یہ اذکار اور مراقبات آخرت کا سکہ ہیں تو جس ملک کا سکہ ہو اس ملک میں جا کر اس کی قدر کا صحیح اندازہ ہوتا ہے۔ بہت بڑی نعمت ہے الحمدللہ! اللہ کریم کا بہت بڑا احسان ہے اور بڑے خوش نصیب لوگوں کو نصیب ہے۔ میں کئی دفعہ سوچتا ہوں کہ ایسا کیوں ہے؟ اسے اس قدر عام کیوں کر دیا؟ یہ تو بہت قیمتی اور بہت معروف، بہت مخلص، بڑے اچھے اچھے لوگوں کے پاس ہوا کرتی تھی۔ شاید آج برائی اس قدر عام ہو گئی ہے، بے حیائی عام ہو گئی ہے تو قدرت ہر چیز کو لیول (Level) رکھتی ہے۔ نظام کائنات اسی سے چلتا ہے کہ چیزیں برابر رہتی ہیں تو پلڑا برابر رہتا ہے۔ اگر برائی زیادہ ہو جائے اور نیکی کم ہو جائے تو ہر شے تباہ ہو جاتی ہے۔ تو اللہ کریم نے اس نعمت کو بھی عام کر دیا۔ اس میں کسی بندے کا یا کسی ذات کا دخل نہیں ہے۔ ہاں یہ اس کا کرم ہے کہ اس کو کرنے کے لئے اس نے کسی کو منتخب کر لیا۔ یہ اس کا احسان ہے۔ اس کا عموم تاریخ تصوف میں حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔ اس سے پہلے کسی صوفی نے اسے اس طرح عام نہیں کیا بلکہ ماضی قریب میں بھی بہت سے صوفی، بڑے اعلیٰ پائے کے لوگ گزرے ہیں لیکن دیکھا یہ گیا ہے کہ ان کے بعد تسبیحات پڑھنے والے یا نوافل پڑھنے والے تو رہ گئے، ذاکر کوئی نہ رہا کہ کسی کا کوئی لطیفہ جاری ہوتا۔ اس میں ان کا کوئی قصور نہیں ہے لوگوں میں اس کی استعداد ہی نہیں تھی۔ اس چیز کی طرف وہ گئے ہی نہیں۔ زندگی آدمی کو اس طرح لبھا دیتی ہے کہ وہ دین میں بھی دنیا ہی کی تلاش کرتا رہتا ہے۔ یہ وظیفہ پڑھو تو یہ کام ہو جاتا ہے، وہ وظیفہ پڑھو تو وہ کام ہو جاتا ہے، یہ تسبیح پڑھو تو یہ کام ہو جائے گا اور وہ تسبیح پڑھو تو صحت ٹھیک رہے گی، یہ پڑھو تو مرادیں پوری ہوں گی اور یہ پڑھو تو اس سے دولت ملے گی۔ یہ ساری چیزیں تو نصیب میں ہیں، اپنے وقت پر ملتی رہتی ہیں۔ اللہ کریم نے جسے پیدا فرمایا ہے ہر متنفس کی روزی کا ذمہ بھی لیا ہے۔ وہ رب العالمین ہے۔ جو اسے نہیں مانتے ان کو بھی وہی پال رہا ہے، جو اس کے ساتھ شرک کرتے ہیں ان کو بھی پال رہا ہے۔ جو کفر کرتے ہیں اُن کو بھی پال رہا ہے۔ تو بندۂ مومن کیوں اتنا پریشان ہو گیا ہے کہ وہ دنیوی روزی کے لئے آخرت کو چھوڑ دے۔ دنیوی روزی کے لئے جائز وسائل اختیار کرنا ضروری ہے۔ وسائل کو اختیار کرنا، کوشش کرنا، محنت کرنا یہ بھی عبادت ہے۔ جس طرح دوسری عبادات ہیں، اسی طرح رزقِ حلال کی تلاش بھی عبادت ہے، فرض ہے۔ لیکن اس میں اس قدر محو ہو جانا کہ آخرت یاد نہ رہے یہ درست نہیں ہے۔ آخرت کے لئے محنت بہت زیادہ ضروری ہے۔ دنیا میں اگر کسی کو کچھ نہیں ملے گا یا اگر

بیماری سخت ہوجائے گی یا افلاس ہوگا یا زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا یہ مرجائے گا تو مرکر دنیا کی مصیبتوں سے تو چھوٹ جائے گا لیکن آخرت میں تو موت نہیں آئے گی کہ مرکر کہیں چھوٹ جائے۔اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے اور وہاں کے لئے زیادہ اسباب اور زیادہ محنت کی ضرورت ہے۔ بندہ اتنا کر نہیں سکتا جتنی اس کی ضروریات آخرت میں ہیں لیکن اللہ ایسے کریم ہیں کہ بندہ خلوص سے تھوڑی کوشش کرتا ہے وہ اطاعت سے بہت زیادہ عطا کرتا ہے۔ یہ بڑے خوش نصیب لوگ ہیں جنہیں یہ دولت نصیب ہوتی ہے اور اس کی حقیقت تب آشکار ہوتی ہے جب بندہ دنیا سے رخصت ہوتا ہے بشرطیکہ بندہ اس کو بھی دنیا کے لئے نہ بنالے کہ میری پارسائی کی شہرت ہوجائے، میری کرامات کی شہرت ہوجائے، یا مستجاب الدعوات ہونے کی شہرت ہوجائے تو یہ چیزیں ترقی درجات میں مانع ہوتی ہیں۔حضور اکرم ﷺ کے ارشادات میں موجود ہے، قرآن میں بھی موجود ہے کہ اللہ دعا رد نہیں کرتا، بندۂ مومن کی ہر دعا قبول ہوتی ہے۔ہوتا یہ ہے کہ جو مانگ رہا ہے کبھی وہی عطا ہوجاتا ہے۔ کبھی فوراً مل جاتا ہے کبھی اس کے وقت میں تاخیر ہوجاتی ہے یہ اللہ کی مرضی، وہ اپنی طرف سے متعین فرماتا ہے۔کبھی یہ ہوتا ہے کہ بندہ جو مانگ رہا ہے وہ اپنی سمجھ کے مطابق مانگ رہا ہے لیکن وہ اس کے لئے نقصان دہ ہے تو اللہ کریم اسے کسی بہتر چیز سے بدل دیتے ہیں۔ جو اس کے حق میں بہتر ہے وہ عطا فرماتے ہیں۔ یہ بھی نہ ہو تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ دعا آخرت کے لئے جمع ہوجاتی ہے۔ میدانِ حشر میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جن کے اعمال کے بارے جب عرض کیا جائے گا کہ اس کے سارے اعمال ترازو پر رکھ دیئے گئے تو ارشاد ہوگا نہیں! اس بندے کے کچھ اعمال میرے پاس بھی ہیں جن سے تم واقف نہیں ہو اور وہ اس کی وہ دعائیں ہوں گی جو اُس نے دنیا میں اللہ سے مانگی تھیں وہ اللہ اور بندے کے درمیان ہیں۔اور جب وہ دعائیں نیکی کے پلڑے میں رکھی جائیں گی تو بڑے بڑے مستجاب الدعوات لوگ آرزو کریں گے کہ کاش ہماری دعاؤں کا جواب بھی دنیا میں نہ ملا ہوتا تو آج کام آتیں۔ چونکہ یہ بھی از قسم ثمرات ہے۔اسی طرح شہرت مل گئی تھی یہ بھی از قسم ثمرات ہے۔اس کی خواہش نہ ہو اللہ عطا کردیں یہ الگ بات ہے۔اس کی آرزو کرے تو پھر وہ اجر میں سے کم ہوجاتی ہے کہ اجر اس صورت میں پالیا تھا۔

یہ بہت نازک معاملات ہیں لیکن ان سب نازک باتوں کا سادہ سا علاج ہے کہ اپنی سمت صحیح رکھے۔ بندہ سارا مجاہدہ حصولِ رضائے باری کے لیے کرے، اللہ کی رضا کے لیے کرے، اللہ سے رحم طلب کرنے کے لیے کرے تو یہ ساری چیزیں راستے میں نہیں آتیں، اللہ کریم حفاظت فرماتے ہیں۔ اور یہ ایسا نازک راستہ ہے کہ اللہ ہی حفاظت فرمائیں تو بندہ گزر سکتا ہے۔ زندگی بھی ایک پل صراط ہے آخرت میں وہی متشکل ہوگی۔ جس نے زندگی میں اسے سلامتی سے عبور کیا ہوگا وہ آخرت میں بھی سلامتی سے عبور کرجائے گا۔ یہاں پل صراط نظر نہیں آتا، وہاں نظر آئے گا۔فرق اتنا ہی ہے۔لوگ اسے دیکھ رہے ہوں گے اور انہیں اُس سے گذرنا پڑے گا لیکن یہاں بھی پل صراط موجود ہے جو نظر تو نہیں آتا لیکن ہمارا ہر قدم یا تو سیدھا پڑتا ہے یا اس سے ہٹ کر پڑتا ہے۔ یہی آخرت میں متشکل ہوجائے گا سامنے نظر آنے لگے گا لیکن وہاں احتیاط نہیں ہوسکے گی۔ احتیاط جو یہاں کی ہوگی وہی وہاں کام آئے گی۔ ہم سب کی بڑے خوش نصیبی ہے کہ اللہ کریم نے اس مبارک مہینے میں محض اپنی رضا کے لیے اپنی یاد کی توفیق عطا فرمائی۔ مخلوق سے کٹ کر، دنیاوی بکھیڑوں سے ہٹ کر زندگی کے کچھ لمحات محض اللہ کی رضا کے لئے معیت باری میں بسر ہوئے۔ یہ سرمایۂ حیات بن جاتے ہیں اور خطاؤں اور گناہوں سے معافی کا سبب بن جاتے ہیں۔ اللہ کریم ہم سب کے مجاہدے قبول فرمائے۔ مراقبات سارے ہی احدیت سے لے کر جہاں تک اللہ کسی کو چاہے لے جائے، ہر مراقبہ پہلے سے زیادہ کیفیت قربِ الٰہی کا مظہر ہوتا ہے جتنا جتنا اللہ کریم کسی کو بلندی پر لے جاتے ہیں، اتنا اتنا قربِ الٰہی کی کیفیت میں ترقی ہوتی جاتی ہے،

درجات میں ترقی ہوتی جاتی ہے۔ اور یہ اللہ کریم کا بہت بڑا احسان ہے، ان چیزوں کی حفاظت واجب ہے۔

انسان کیسے اس کی حفاظت کر سکتا ہے۔ اس کی حفاظت کسی اسلحے سے تو نہیں کی جاسکتی۔ قلبی کیفیت اللہ کریم کے ساتھ خلوص سے، اس کی رضا کی طلب میں جڑی رہے تو اللہ کریم خود حفاظت فرماتے ہیں۔ خطاؤں سے، گناہوں سے، نافرمانی سے بچنے اور عبادات کی توفیق عطا فرماتے ہیں۔ محنت کیجئے، زندگی مستعار ہے۔ کتنے لوگ پچھلے رمضان شریف میں یہاں ہمارے ساتھ تھے آج وہ اللہ کریم کے پاس ہیں۔

آئندہ انشاء اللہ رمضان آئے گا۔ لیکن ہم میں سے کون ہوگا اور کون نہیں ہوگا یہ اللہ ہی کو علم ہے۔ زندگی کی ہر عبادت، بلکہ حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق ہر نماز اس طرح ادا کرنی چاہیے کہ شاید اگلی نماز تک فرصت ملے یا نہیں۔ یہ اعتکاف تو اللہ کریم کا بہت بڑا انعام ہے۔ اس نے ہر طرح کی عبادات اور نیکی کی توفیق بخشی۔ اگلے سال تک بڑا لمبا عرصہ ہے۔ کون دنیا میں ہوگا، کون آخرت کے گھر میں پہنچ چکا ہوگا۔ کسی کو معلوم نہیں تو جو نعمتیں عطا ہوئی ہیں انہیں سنبھالیں ہمارے پاس دنیا کی چھوٹی سی کوئی نعمت ہو، کچھ پیسے ہوں، کوئی مال ہو تو ہم کتنی حفاظت اور کتنی احتیاط کرتے ہیں۔ اسی طرح یہ آخرت کا سرمایہ ہے۔ اس کی بھی حفاظت کا اہتمام کریں، اس کی بھی احتیاط کریں۔ اور اس راہ کا مسافر جہاں بھی پہنچ جائے مبتدی ہی رہتا ہے۔ ہر دائرے کے بعد کسی دائرے کی ابتداء ہی ہوتی ہے ورنہ ساری عمر مبتدی ہی رہتا ہے۔ اس میں انتہا نہیں ہے کوئی ایسا مقام نہیں آتا کہ یہ فاصلے ختم ہو جائیں اور انسان سمجھے کہ بس یہ جگہ ہے جہاں اللہ کریم بیٹھے ہیں۔ ایسا نہیں ہوتا۔ اللہ کریم کہیں مقید نہیں، وہ ہر جگہ موجود ہیں، ہر حال میں ہر بندے کے حال سے واقف ہیں، ہر چیز کو دیکھتے ہیں، ہر چیز سے باخبر ہیں اور ہر جگہ موجود ہیں۔ اب یہ انسانی ہمت ہے کہ اس کی نگاہ کتنی بلند ہوتی ہے۔ کتنی چشمِ بصیرت اسے عطا ہوتی ہے، کہاں تک اس کی رسائی ہوتی ہے۔ ان منازل اور مقامات اور کیفیات کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

کائنات میں سب سے اعلیٰ مقام و مرتبہ حضور اکرم ﷺ کا ہے۔ آپ ﷺ کی ترقی کی بھی کوئی انتہا نہیں ہے۔ زندگی میں بھی ترقی ہوتی رہی، بعد از وصال بھی آپ ﷺ کی ترقی لمحہ بہ لمحہ ہو رہی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے درجات میں ترقی میدانِ حشر میں بھی ہوگی۔ اکثر احباب نے حشر کے بارے وہ حدیث مبارکہ سنی ہوگی کہ لوگ حضرت آدمؑ کی خدمت میں جمع ہو کر جائیں گے۔ حضرت نوحؑ کے پاس جائیں گے۔ درجہ بدرجہ انبیاءؑ کی خدمت میں جائیں گے صرف اس لیے کہ وہ دعا کریں کہ محشر کا حساب کتاب شروع ہو جائے۔ درمیان میں صدیاں بیت جائیں گی تو بالآخر حضرت عیسیٰؑ انہیں سمجھائیں گے کہ محمد رسول ﷺ کی خدمت میں جاؤ۔ جب وہ وفد حضور ﷺ کی بارگاہ میں آئے گا تو حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے اس وقت بھی کچھ کلمات تعلیم کیے جائیں گے جو میرے علم میں پہلے نہیں ہیں جن کے وسیلے سے میں دعا کروں گا۔ تو اس کا مطلب ہے کہ عین عرصہ محشر میں بھی ترقی درجات نزول کی جاری ہوں گی اور جنت میں داخلے کے بعد تو ہر لمحہ پہلے لمحے سے بہتر ہوگا۔ ترقی مسلسل ہوتی رہے گی اگر کسی نے ایک لقمہ کھایا ہے تو اسی کھانے سے دوسرا لقمہ کھائے گا تو اس کی لذت پہلے سے زیادہ ہوگی۔ ہر چیز میں مسلسل ترقی ہوتی رہے گی۔ تو یہ ایسا راستہ ہے جس کی انتہا نہیں ہے۔

بعض حضرات نے فرمادیا کہ میں نے سلوک مکمل کر لیا۔ صرف اس لیے فرمادیا کہ اس سے آگے کی انہیں خبر نہیں ہو سکی تو انہوں نے سمجھا کہ یہاں پر سلوک مکمل ہو گیا یا ختم ہو گیا۔ بعض حضرات نے تو فناء بقاء پر کہہ دیا کہ میں نے سلوک مکمل کر لیا حالانکہ فناء بقاء تو بالکل ابتداء اور حروفِ ابجد ہیں۔ تو یہ انسانی ادراک کی بات ہے۔ درحقیقت یہ نہ ختم ہونے والے راستہ ہے اور زندگی کا سرمایہ اسی پر لگا دینا مقصدِ حیات ہے کہ جتنا زندگی کا سرمایہ ہے ایک ایک سانس کے بدلے قربِ الٰہی کے درجات حاصل کیے جائیں اور پوری توجہ اور خلوص سے اس میں رہا جائے۔

باقی (مادی) دنیا کے معاملات ہو چکے ہیں۔ ایک حدیث شریف کا مفہوم ہے کہ مخلوق کے پیدا ہونے سے پہلے اُن کا رزق، ان کی سہولیات، ان کی مشکلات تقسیم کر دی گئیں اور قلم خشک ہو چکے۔ جو جو اس کے حصے میں آیا وہ دنیا کی نعمتیں اسے ملتی ہیں۔ کسی کو حکومت ملنی ہے، کسی کو افلاس ملنا ہے، کسی کو دولت ملنی ہے، کسی کو صحت ملنی ہے تو جو جو چیز ہے وہ اپنے وقت پہ ملتی رہتی ہے۔ دیکھنے کی بات یہ ہے کہ ان سب چیزوں کو وہ کہاں خرچ کرتا ہے۔ آخرت کتنی بناتا ہے اور کتنا سرمایہ آخرت کے لیے جمع کرتا ہے کہ آخرت کے لیے اللہ کریم نے انسان کو مکلف کر دیا۔ وَ مَا مِنۡ دَآبَّۃٍ فِی الۡاَرۡضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزۡقُہَا (ھود:6) فرمایا دنیا میں زمین پر جو بھی جاندار ہے اس کی روزی اللہ کے اپنے ذمے ہے وہ اس کی فکر کی بجائے آخرت جو اس کے ذمہ ہے اس کی فکر کرے۔ اسے اختیار دیا کہ وہ کتنے خلوص سے کتنی آخرت جمع کرتا ہے۔ تو دنیا میں بندہ اس طرح کھو جاتا ہے کہ جو کام اپنے ذمہ ہے وہ چھوڑ دیتا ہے اور جو اللہ کے ذمہ ہے اس کی فکر میں رات دن گھلتا رہتا ہے۔ دنیاوی اسباب اختیار کرنا، جائز طریقے سے اختیار کرنا، اُن پر محنت کرنا، یہ بھی آخرت کا زادِ راہ ہے اور یہ بھی عبادت شمار ہوتی ہے۔ یہ نہیں کسی نے زیادہ محنت کی تو زیادہ پالیا۔ بعض لوگ دنیا میں پیدا ہی کھرب پتی ہوتے ہیں اور اسی دولت میں مرجاتے ہیں انہوں نے کب محنت کی ہوتی ہے۔ بعض لوگ بادشاہوں کے گھر پیدا ہوتے ہیں، خود بادشاہ بنتے ہیں، حکومت کرتے ہیں، مرجاتے ہیں اس میں ان کی کون سی محنت لگی۔ انہوں نے اس کے لیے کتنی محنت کی۔ یہ اللہ کی تقسیم ہے اور جس درجے میں کوئی ہے وہ اسی آزمائش میں ہے کہ وہ آخرت کے لیے کیا کر رہا ہے۔

اللہ کریم سب کی محنت قبول فرمائے۔ بہترین ثمرات عطا فرمائے۔ حقیقی ثمرات وہ ہیں جو آخرت میں نصیب ہوں گے۔ دنیا میں جسے کم شہرت ملتی ہے وہ زیادہ محفوظ رہتا ہے۔ جس کی شہرت جتنی بڑھتی ہے اس کی آزمائشیں بھی اتنی بڑھتی جاتی ہیں۔ یہ دنیا کی زندگی کا عجیب خاصہ ہے۔ تو مقصد دنیا نہیں، مقصد آخرت اور قربِ الٰہی ہے جو صرف اور صرف ساری مخلوق میں انسان کو عطا ہوا ہے۔ اس کی استعداد انسان کو دی گئی ہے اور اسے مکلف بنایا گیا ہے کہ وہ بالارادہ اسے حاصل کرنے کی کوشش کرے تو کسی نے خوب کہا تھا۔

زندگی آپ کی عنایت ہے
ورنہ ہم لوگ مر گئے ہوتے

یہ اللہ کریم کا احسان ہے اس نے اپنے مقرب بندے کی خدمت میں پہنچا دیا ورنہ شاید ہم کسی گمراہی میں، گمراہی کی کس گھاٹی میں ہلاک ہو چکے ہوتے یہ محض اس کا احسان ہے جس نے اپنے ایک محبوب بندے کی خدمت میں پہنچا دیا اور اپنے راستے پر لگا دیا اور توفیق بخشی کہ زندگی اس میں بسر ہو۔ الحمد للہ! اس میں کوئی دنیاوی خواہش، آرزو یا لالچ کی بات نہیں۔ جو کچھ ہو رہا ہے محض اللہ کی رضا کے لئے اور اللہ کے قرب کے لئے۔ الحمد للہ، اللہ کا احسان ہے کہ اس نعمت کو روئے زمین پر پہنچا دیا یہ بھی اللہ کریم کی عطا ہے کہ ایسا وقت بھی آنا تھا کہ ایک جگہ مرکز میں بیٹھ کر ذکر کیا جائے تو دنیا کے ہر ملک کے لوگ اس میں شامل ہوں یہ محض اس کا کرم اس کی عطا ہے اور جس طرح بے حیائی اور برائی عام ہو رہی ہے قدرت کی طرف سے یہ اس کا جواب ہے۔ یہ ہماری بہادری نہیں ہے یہ اللہ کریم کا اپنا نظام ہے۔ یہ اس کا احسان ہے کہ کام تو یہ ہونا تھا اس نے اس کام کی توفیق ہمیں عطا کر دی تو یہ اس کا احسان ہے۔ بادشاہ کسی کو کسی بھی عہدے پر لگا دے تو اس کا احسان بادشاہ پہ نہیں ہوتا احسان بادشاہ کا ہوتا ہے۔ کہ اس نے اسے اپنی خدمت پر لگا دیا۔

منت منہ کہ خدمت سلطان می کنی
منت از او بداں کہ بخدمت گزاشتت

کسی شہنشاہ کی خدمت کر کے شہنشاہ پر کوئی احسان نہیں کرتا بلکہ احسان بادشاہ کا ہوتا ہے کہ اسے اپنی خدمت کے لئے چنتا ہے۔ یہ اللہ کریم کا احسان ہے کہ زمانے نے ایسی کروٹ بدلی اور سائنس نے ایسی

آسانیاں پیدا کردیں کہ دنیا کے ایک کونے میں بیٹھ کر بندہ دنیا سے ہم کلام ہوسکتا ہے۔ کتنے لوگ ہیں جو اسی کی وجہ سے گناہ میں دھنس گئے۔ بے حیائی کے اسیر ہوگئے، تباہی میں عمریں تباہ کردیں۔ اللہ کریم کا احسان ہے کہ ہمیں اس نے اس سہولت سے مستفید ہوکر اللہ کا ذکر کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور الحمدللہ روئے زمین پر چین سے افریقہ تک اور جاپان سے امریکہ تک لوگ ذکر میں شامل ہوتے ہیں اور اللہ اللہ کرتے ہیں اور کیسے کیسے کفرستانوں میں لوگوں کے دل اللہ کی یاد سے آباد ہیں۔ یہ اللہ کریم کا احسان ہے ان ساری چیزوں کا اندازہ کرکے ہمہ وقت اس کا شکر بجالانا چاہیے اور پورے خلوص اور پوری توجہ کے ساتھ اعمال کی حفاظت کرنا چاہیے۔ تادم واپسیں مقابلہ جاری ہے ارشادِ باری ہے

وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ (الحجر:99)

جب تک مجھے یقین نہ ہوجائے۔ یقین کے مدارج ہیں۔ کہیں آپ دھواں اُٹھتے دیکھتے ہیں تو یہ دلیل بن جاتی ہے کہ وہاں آگ ہے آگ لگی ہوئی ہے، دھواں اُٹھ رہا ہے اسے علم الیقین کہتے ہیں کہ یقینی علم حاصل ہوگیا ہے کہ وہاں آگ ہے لیکن اگر آپ آگے چلے جاتے ہیں اور جاکر دیکھ لیتے ہیں کہ ہاں یہاں آگ لگی ہوئی ہے تو اسے عین الیقین کہتے ہیں کہ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر یقین کیا۔ علم الیقین ہوتا ہے۔ دلائل سے جان کر ماننا، عین الیقین ہوتا ہے دیکھ کر ماننا، اس سے آگے آتا ہے حق الیقین کسی چیز کو پرکھ کر ماننا۔ آگ میں انگلی آگئی ہاتھ آگیا یا پاؤں پڑ گیا وہ جل گیا تو تب ہی یقینی علم ہوگیا کہ یہ آگ تھی۔ یہی حکم ملا ہے۔

وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ (الحجر:99)

تو تمہیں حق الیقین حاصل ہونے تک، جب موت آتی ہے، برزخ کھل جاتا ہے، فرشتے سامنے آجاتے ہیں، جنت دوزخ دکھنے لگتی ہے تو حق الیقین حاصل ہوتا ہے وہ کیفیات اگر نیک ہو تو ثواب کی اگر بدکار یا کافر ہے تو عذاب کی اس پر گزرنے لگتی ہیں، وارد ہونے لگتی ہیں تو وہ حق الیقین ہوتا ہے جب اس پر وہ بیتتی ہے تو اسے یقین کا وہ آخری درجہ حاصل ہوتا ہے تو کتاب اللہ نے فرمایا کہ جب تک تجھے یقین نہ آجائے، جب تک موت آنہ جائے، جب تک آخرت کھل نہ جائے تب تک اللہ کی اطاعت سے روگردانی نہ کرے۔ تب تک اطاعت الٰہی میں سرگرم عمل ہو تو یہ عمل بھی تادم واپسیں جاری رکھنے کا ہے اور اس کی حفاظت کرنے کی ہے اور اسے تمام شرائط کے ساتھ جاری رکھنے کا ہے یہ کوئی وقتی یا رسمی بات نہیں ہے۔ دنیا کی عزت بھی حاصل ہوجاتی ہے دولت بھی حاصل ہوجاتی ہے یہ ساری چیزیں ملتی رہتی ہیں لیکن یہ محض عطائے الٰہی ہے، بہت قیمتی چیز ہے، بہت بڑی دولت ہے۔

اللہ کریم تمام احباب کو ترقی نصیب کرے اور اسے اپنے ساتھ قبر میں لے جانے کی توفیق عطا فرمائے۔ بہت سی کوتاہیاں ہوجاتی ہیں مشائخ کے ساتھ رہنے میں بہت سی سہولتیں بھی ہوتی ہیں۔ مراقبات بھی ہوتے رہتے ہیں مشاہدات بھی ہوتے رہتے ہیں لیکن جب موت آتی ہے تو باقی وہی کچھ بچتا ہے جس کو ہم نے ذاتی بنالیا ہوتا ہے مجاہدہ کرکے جسے اپنے وجود میں راسخ کردیا۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جب آپ دریا میں ہیں تو سارا دریا آپ کے ساتھ ہے جب پار کنارے اتریں گے تو دریا پاس نہیں ہوگا، صرف وہی پانی پاس ہوگا جتنا آپ نے اپنے لئے جمع کرلیا ہے، جب پار اُتریں گے تو پاس وہی ہوگا۔ تو سستی یہیں آتی ہے کہ بندہ یہ سمجھتا ہے کہ میں بڑا کامل ہوگیا ہوں لیکن یہ نہیں دیکھتا کہ یہ تو شاید ایک مجلس میں رہنے سے ہوگیا ہے میں اسی مجلس سے الگ ہوں گا تو میرے پاس کیا ہوگا۔

انہیں راسخ کرنے کے لئے ساری عمر ان کی شرائط کی پابندی کریں۔ حرام سے بچنا، جھوٹ سے بچنا، نحوست سے بچنا اور زندگی کو اللہ کی اطاعت میں صرف کرنا اس کی حفاظت کرنا ہے۔ اور اس کی فکر کرنی چاہیے کہ جب میں پار اُتروں تو میرے پاس ایک خزانہ ہو۔ اس کی نزاکتیں بھی بہت ہیں۔ ان میں عطا بھی بہت، انعامات بھی بہت ہیں۔ ظاہر ہے جہاں اتنے بڑے انعامات ہیں وہاں کی نزاکتیں بھی اتنی

ہی بڑی ہوں گی۔ خطرات بھی اتنے ہی بڑے ہوں گے تو ان سب چیزوں کو نگاہ میں رکھ کر سفر جاری رکھنا چاہئے۔ کیونکہ سفر تو چل رہا ہے، زندگی تو خرچ ہو رہی ہے، لمحات تو بیت رہے ہیں۔ اسے تو ہم نہیں روک سکتے صرف ایک خیال رکھ سکتے ہیں کہ کون سا لمحہ کس حال میں گذرا، کتنے لمحات اللہ کی یاد میں گذرے اور کتنے غفلت میں بیت گئے۔ بندہ یہ محاسبہ کرتا رہے تو اللہ کریم توفیق دیتے ہیں اور دنیا کی زندگی میں آخرت کو جینا چاہیے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو رہتے تو دنیا میں ہیں لیکن زندگی آخرت کی جیتے ہیں۔ ہر کام، ہر بات میں آخرت اُن کے سامنے ہوتی ہے اور وہ اس کا لحاظ رکھتے ہوئے ہر بات کرتے ہیں، ہر کام کرتے ہیں۔ وہی لوگ ہیں جو اس دنیا میں رہ کر آخرت میں جیتے ہیں۔

اور سب سے بدنصیب وہ لوگ ہیں جن کی نگاہ سے آخرت غائب ہوگئی اور دنیوی زندگی میں انہیں آخرت کی یاد نہ رہی۔ اللہ کی بارگاہ کی حاضری کا خیال نہ رہا۔ وہ بڑے بدنصیب ہیں چونکہ وہ بھولے ہوئے ہیں۔ پیش انہیں بھی ہونا ہے جنہیں ہمہ وقت یاد ہے کہ انہیں پیش بھی ہونا ہے۔ اس سے بچ کر گزرنے کا راستہ نہیں ہے۔ ہر ایک کو اللہ کی بارگاہ میں پیش ہونا ہے، جواب دینا ہے۔ آخرت کے معاملات بڑے خوبصورت بھی ہیں، بڑے رنگین بھی ہیں، بڑے دردناک بھی ہیں، بڑے تکلیف دہ بھی ہیں۔ کون اپنے لئے کیا چنتا ہے اس کا اختیار ہر بندے کے پاس ہے۔ زندگی میں کسی کو کوئی ایسا بندہ مل جائے شیخ یا استاد کی صورت میں جو واقعی حقیقی طور پر لطائف روشن کرا سکے، مراقبات کروا سکے تو اس سے بڑے کسی انعام کا تصور دنیا میں نہیں۔ یہ اللہ کریم کا بہت بڑا احسان ہے اور مقصد حیات ہے۔ آزمائش ساتھ ساتھ چلتی رہتی ہے۔ جتنے کسی کو مراقبات نصیب ہوتے ہیں، شیطان بھی اتنے بڑے بڑے وساوس سمیٹ کے لے آتا ہے اور بڑے لوگ ان وسوسوں سے پریشان رہتے ہیں حالانکہ ان کا بڑا سادہ آسان اور سہل سا علاج ہے جو قرآن کریم نے بھی بتایا ہے کہ اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا جب شیطان انہیں پریشان کرتا ہے تو اللہ کا ذکر شروع کر دیتے ہیں فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ (الاعراف:201) فوراً ان کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ انہیں پتا چل جاتا ہے وہ اس سے بچ جاتے ہیں۔ وساوس کا علاج بھی یہ ہے کہ اسے سوچنا شروع نہ کردیں، کوئی وسوسہ آئے تو اس کی طرف نظر ہی نہ کریں بلکہ اپنی توجہ ذکر کی طرف کردیں اللہ نے ایسا عجیب نظام بنایا ہے کہ انسانی توجہ بیک وقت دو طرف نہیں رہتی بندہ دو چیزوں کو ایک وقت میں نہیں سوچتا تو وہ وسوسہ چلا جاتا ہے۔ اللہ کریم مدد فرماتے ہیں اور وہ ذکر کی بدولت ختم ہو جاتا ہے۔ اگر سوچنے بیٹھ جاؤ تو پھر اس میں ڈوب گئے ہو۔ پھر یہ خود اس کی غلطی ہے۔ جتنا سوچتے جاؤ اتنا وہ بڑھتا جائے گا اور مسئلہ بنتا جائے گا۔ وسوسہ آنا کوئی جرم نہیں وسوسہ لانا جرم ہے۔ خود بیٹھ کر وسوسے کو سوچنا جرم ہے اور اگر شیطان کی طرف سے وسوسہ آتا ہے تو اس کی طرف توجہ نہ کرنے کے بارے حضور ﷺ نے فرمایا یہ جہاد کا ثواب ہے۔ تو ایسا نہیں ہو سکتا کہ کسی کو وسوسہ نہ آئے جتنا جس کے درجات ہوتے ہیں اتنے بڑے بڑے وسوسے شیطان لے کر آتا ہے لیکن اللہ بچنے کی توفیق دیتا ہے۔ تو جسے اللہ توفیق دیتا ہے، وہ پرواہ نہیں کرتا تو وسوسے کا ہونا نہ ہونا برابر ہو جاتا ہے۔ یہ ہر بندے کا مسئلہ ہے اور ہر بندہ یہ سمجھتا ہے کہ مجھ ہی کو وسوسے آتے ہیں۔ ایسا نہیں ہے۔ ہر متنفس کو آتے ہیں، چھوٹے بڑے ہر بندے کو آتے ہیں۔ ان چیزوں سے صرف انبیاء محفوظ تھے۔ غیر نبی میں سب کو آتے ہیں لیکن اللہ کے بندے اس کی پرواہ نہیں کرتے تو اللہ ان کی مدد فرماتا ہے کہ ان پر اس کا اثر نہیں ہوتا۔ تو یہ ایک طریقہ اپنا لیں کہ جب بھی کوئی وسوسہ آئے تو اللہ کا ذکر شروع کردیں۔ اللہ اللہ کریں، اس کی طرف متوجہ ہو جائیں تو وسوسہ محو ہو جائے گا۔ زندگی آزمائش ہے، آرام سے تو نہیں گذر سکتی، امتحان ہے، ہر کام، ہر قدم ایک آزمائش اور ایک امتحان ہے اور محفوظ ترین طریقہ زندگی کا یہ ہے کہ آپ اللہ کریم کے ساتھ اللہ کی پناہ میں رہیں۔ اللہ کی یاد میں رہیں۔ اللہ کریم کو دل میں بسائے رکھیں، تو ساری مشکلیں خود بخود حل ہوتی چلی جائیں گی۔ (باقی صفحہ 32 پر)

# مسائل السلوک من کلام ملک الملوک

شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کا بیان

## ضاعۃ حدود کرنے والوں کی مذمت

قولہ تعالیٰ: اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الی قولہ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ التوبہ:112

ترجمہ: وہ ایسے ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں عبادت کرنے والے ہیں الیٰ قولہ اور ایسے مومنین کو آپ خوشخبری سنا دیجئے۔

"روح میں ہے کہ اس آیت میں ان لوگوں کی بدحالی کا اظہار ہے جو اپنے آپ کو سالکین کے زمرہ میں داخل سمجھتے ہیں اور پھر حدود کو ضائع کرتے ہیں اور ایسے کلمات کے ساتھ تکلم کرتے ہیں جو صوفیہ کے نزدیک بھی باطل ہے۔"

یعنی جو لوگ خود کو صوفی سمجھتے ہیں، سلسلے میں بیعت بھی کر لیتے ہیں، دو چار مرتبہ ذکر بھی کر لیتے ہیں۔ لیکن اپنی اصلاح نہیں کرتے فرمایا وہ جھوٹے زعم میں مبتلا ہیں کہ میں اللہ اللہ کر رہا ہوں۔ اللہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ ظاہر و باطن کی اصلاح خلوص کے ساتھ کرے۔

## بدون ایمان کے برکات کا نافع نہ ہونا

قولہ تعالیٰ: مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى التوبہ:113

ترجمہ: پیغمبر کو اور دوسرے مسلمانوں کو جائز نہیں کہ مشرکین کے لئے مغفرت کی دعا مانگیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہی ہوں۔

"اس میں تصریح ہے کہ بدون ایمان کے محض برکات کام نہیں آتے۔ دیکھو حضور ﷺ کی قرابت سے بڑھ کر کون سی برکت ہوگی پھر بھی یہ حکم دیا گیا۔"

یعنی یہ دلیل ہے کہ سلوک کے لئے عقیدے کا خالص ہونا بنیادی شرط ہے۔ اگر عقیدے میں بدعات و رسومات اور شرکیہ رسومات اور خرافات رہیں گی تو برسوں بھی صحبت میں بیٹھا رہے محنت کرتا رہے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ بنیاد عقیدے پر ہے۔ جو کچھ ملتا ہے وہ عقیدے پر ملتا ہے اور بنیاد ایمان پر ہے۔ جیسے کوئی کفر پر مر گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور صحابہ کرامؓ کو منع کر دیا کہ آپ اس کے لئے دعا نہ کریں کیونکہ اس میں ایمان نہیں ہے۔ استعداد قبولیت نہیں ہے اس لئے دعا سے روک دیا گیا تو سلوک میں بھی جب تک عقیدے کی صحت نہ ہو برکات نصیب نہ ہوتیں۔

## اگر مرید کسی ایسے فعل میں اقتدا کرے جو اس کے لئے جائز نہ ہو تو شیخ اپنا عذر بیان کر دے

قولہ تعالیٰ: وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ التوبہ:114

ترجمہ: اور ابراہیمؑ کا اپنے باپ کے لئے دعائے مغفرت مانگنا وہ صرف وعدہ کے سبب سے تھا الخ۔

"یہ دلیل ہے اس پر کہ اگر شیخ کسی فعل سے مرید کو منع کرے اور کسی عارض سے وہی فعل خود کرنا پڑے تو مرید کے سامنے اپنا عذر اجمالاً یا تفصیلاً بیان کر دے تاکہ وہ اس کا اقتدا نہ کرے۔"

فرماتے ہیں اب اللہ نے منع فرمایا کہ کفار کے لئے دعا نہ کریں ساتھ قرآن میں یہ بھی ذکر کیا کہ ابراہیمؑ نے اپنے باپ کے لئے دعا کی کہ اللہ اسے بخش دے۔ تو فرمایا ادھر منع فرما رہے ہیں کہ کافر کے لئے دعا مت

کریں ادھر آپ کہہ رہے ہیں کہ میرے خلیلؑ نے دعا کی۔ فرمایا یہ اس لئے کہ انہوں نے باپ کی زندگی میں وعدہ کیا تھا کہ میں آپ کے لئے دعا کروں گا تو ایک عذر شرعی کی ضرورت ہے اور مرید کو اس سے پریشان نہیں ہونا چاہیے کیونکہ وہ وجہ نہیں جانتا کہ اس کے پیچھے کیا سبب ہے ،اس پر اسے متردد نہیں ہونا چاہیے اور یہ کوئی حرام حلال کی بات نہیں ہوتی عام معمولات کی بات ہوتی ہے۔ رواجات رسومات مباحات کی بات ہوتی ہے۔ یہ مباحات میں ہوتا ہے ورنہ کوئی شرعی حرام کسی بہانے حلال نہیں ہوتا اور حلال کسی بہانے سے حرام نہیں ہوتا۔ حلت وحرمت کی بات نہیں یہ معمولی چیزیں مباحات میں ہوتی ہیں۔ ایک مباح کام ہے اس سے مرید کو کسی وقت روک دیا اور پھر وہ مباح کام کسی وقت شیخ نے خود کر لیا تو یقیناً اس کے پیچھے کوئی سبب یا کوئی عذر شرعی ہوگا۔

## صدور تعرش کے وقت حق تعالیٰ کا معاملہ اپنے محبین سے

قولہ تعالیٰ: ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا ۚ التوبہ:118

ترجمہ: پھر ان کے حال پر توجہ فرمائی۔

''حق تعالیٰ کی عادت اپنے محبین کے ساتھ جاری ہے کہ جب ان سے کوئی امر ان کے مقام کے منافی صادر ہو جاتا ہے تو ایک نوع کے حجاب سے ان کی تادیب کی جاتی ہے اور جب وہ اس کی تلخی چکھ چکتے ہیں تو ان پر کرم کی بارش فرمائی جاتی ہے۔ کذافی الروح ملخصا''

فرماتے ہیں اللہ کی اپنے مقبولین کے ساتھ یہ سنت ہے کہ اگر ان سے کوئی ایسا کام ہو جائے جو ان کی شان کے منافی ہے خواہ وہ شرعاً جائز ہی ہو لیکن ان کے مقام کے منافی ہے تو ان پر کوئی حجاب آ جاتا ہے اور پھر جب اس حجاب کی تلخی سے گزرتے ہیں تو حق تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے۔ تو پھر انوارات کھول دیتا ہے۔ تو یہ معاملہ اللہ کا اپنے مقبولین کے ساتھ ہوتا ہے۔

## برکات صحبت شیخ

قولہ تعالیٰ: يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ التوبہ:119

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔

''بعض نے معیت کی تفسیر مخالطت اور مقارنت سے کی ہے۔ کذافی الروح۔ پس اس میں ترغیب ہے صحبت صالحین کی۔''

فرمایا اس میں بھی نیک لوگوں کی صحبت کی ترغیب ہے۔

## دین کا ایسا انتظام جس میں دنیوی انتظام مختل نہ ہو

قولہ تعالیٰ: وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً ۚ التوبہ:122

ترجمہ: اور مسلمانوں کو یہ نہ چاہیے کہ سب کے سب نکل کھڑے ہوں۔

''اس میں دلیل ہے کہ مہم دینی کا انتظام ایسا ہونا چاہیے کہ دوسری ضروریات میں جن میں امر معاش بھی ہے مختل نہ ہو۔''

یعنی بعض لوگ دین کے نام پر دینی کام کے لئے نکل جاتے ہیں۔

لیکن اس میں اس کا کوئی جواز نہیں کہ جوان کے فرائض دنیوی ہیں ان میں خلل آئے اس کا جواز نہیں۔ یہ نہ ہو کہ سب کے سب ایک ہی طرف چل دیں اور اسباب دنیا میں خلل واقع ہو جائے تو اس میں یہ ہے کہ جیسے آپ اجتماع کے لئے آئے تو چاہیے کہ اپنی دنیاوی ذمہ داریوں کا انتظام کر کے آئیں۔ ملازمت سے جائز چھٹی لے کر، بچوں کی تربیت اور والدین کی خدمت کے لئے انتظام کر کے آئیں۔ اجتماع چالیس دن کا ہے آپ چار دن نکال سکیں تو وہ چار دن ضرور آئیں یہ ضروری نہیں کہ پیچھے کوئی مرتا ہے تو مرے میں چالیس دن ہی رہوں گا۔ اور زیادہ رواج ہمارے تبلیغی بھائیوں میں ہو گیا ہے کہ سارا معاملہ وہیں چھوڑ کر ایک سال کے لئے باہر کسی ملک میں چلے گئے۔ اب پیچھے بیوی ہے جوان بچیاں ہیں، کوئی سنبھالنے والا نہیں، ہسپتال لے جانے والا نہیں، ان

امور کا خیال رکھنا چاہیے۔ دینی کام کے لئے ضرور جاؤ لیکن جو دنیوی ذمہ داریاں ہیں ان کا اہتمام کر کے جاؤ کہ تمہاری وجہ سے تمہاری غیر حاضری کی وجہ سے دنیوی ذمہ داریوں میں خلل نہ آئے۔ جس کے پاس جتنا وقت ہے اتنا دین کے کام پر لگائے، اس کا انتظام کیا جانا چاہیے اور یہی حکم جہاد میں بھی ہے کہ پوری قوم جہاد کے لئے نکل کھڑی ہو، پیچھے بیوی بچوں کو کوئی دیکھنے والا نہ ہو، سارے شہر میں چوریاں ہوتی پھریں یا آپ ایک طرف میدان جنگ میں نکل جائیں اور دوسری طرف سے دشمن آ کر شہر پر قبضہ کر لے۔ یہ صورت نہیں ہے، انتظام دنیا کو دیکھ کر اس میں جتنی گنجائش ہو اس طرح کا کام کرنا چاہیے۔ اور عموماً دین کے نام پر حقوق العباد میں بڑی لاپرواہی کی جاتی ہے۔ کہتے ہیں جی خیر ہے وہ ہم نے اللہ کے ذمہ لگا دیا ہے۔ اللہ کریم نے جو ذمہ داری تمہارے ذمہ لگائی تھی وہ تم نے واپس اللہ کے ذمہ لگا دی؟ نکاح تم نے کیا، نان ونفقہ تمہارے ذمہ ہے۔ بچے تمہارے ہیں، ان کو پالنا تمہاری ذمہ داری ہے۔ والدین تمہارے ہیں ان کی خدمت تمہاری ذمہ داری ہے۔ تم کہتے ہو میں نے اللہ کے ذمہ لگا دی یہ کیسے ممکن ہے؟

## ابتدا کرنا جہاد نفس سے

قولہ تعالیٰ: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ التوبہ:123

ترجمہ: اے ایمان والو: ان کفار سے لڑو جو تمہارے آس پاس ہیں۔

"اس سے مستنبط ہوتا ہے کہ چونکہ سب سے قریب تر نفس ہے ابتدا اس کے مجاہدہ سے کرے۔"

اس میں سلوک کا مسئلہ یہ ہے کہ سب سے قریب تر دشمن اپنا نفس ہے تو پہلے اس سے تو جہاد سے فارغ ہو جاؤ۔

## منافع بلا:

قولہ تعالیٰ: اَوَلَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ التوبہ:126

ترجمہ: اور کیا ان کو نہیں دکھلائی دیتا کہ یہ لوگ ہر سال میں ایک بار دو بار کسی آفت میں پھنستے رہتے ہیں پھر بھی باز نہیں آتے۔

"اس سے بلا کی حکمت معلوم ہوتی ہے کہ مولیٰ کی طرف توجہ ہو جاوے۔"

کیا ان کو دکھائی نہیں دیتا کہ سال میں ایک بار یا دو بار کسی نہ کسی آفت میں گرفتار ہو جاتے ہیں پھر بھی باز نہیں آتے۔ اس سے بلا کی حکمت معلوم ہوتی ہے کہ جب ایسا ہو تو اللہ کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ جیسے اب پورے ملک میں سیلاب کا طوفان آ گیا اور مہنگائی کا طوفان آ گیا، قتل و غارت گری کا طوفان آ گیا تو ان مصیبتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا علاج اللہ سے توبہ کرنا اور رجوع الی اللہ ہے۔

## شیخ میں جو صفات ہونا چاہیے

قولہ تعالیٰ: لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ التوبہ:128

ترجمہ: تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں جن کو تمہاری مضرت کی بات نہایت گراں گزرتی ہے۔ الخ

"یہ صفات ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور چونکہ شیخ نائب ہوتا ہے، رسول اللہ ﷺ کا اس لئے یہ صفات اس میں بھی ہونا ضروری ہیں۔"

فرمایا اللہ کریم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت یہ فرمائی کہ وہ تم ہی میں سے ہیں۔ یعنی بنی آدم میں سے ہیں اور دوسرا وہ تمہارے اتنے دردمند اور اتنے بہی خواہ ہیں کہ تکلیف تم پر آئے تو وہ اسے بہت زیادہ محسوس کرتے ہیں۔ تو فرمایا شیخ بھی نائب رسول ہوتا ہے۔ اس کی شفقت بھی اپنے متعلقین کے ساتھ ایسی ہونی چاہیے۔

❁❁❁❁❁

# اکرم التفاسیر

شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

## سورۃ ھود 115-123

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ O بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَ اصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ O فَلَوْ لَا کَانَ مِنَ
الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِکُمْ اُولُوْا بَقِیَّۃٍ یَّنْھَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِی الْاَرْضِ
اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّنْ اَنْجَیْنَا مِنْھُمْ وَ اتَّبَعَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِیْہِ
وَ کَانُوْا مُجْرِمِیْنَ O وَ مَا کَانَ رَبُّکَ لِیُھْلِکَ الْقُرٰی بِظُلْمٍ وَّ
اَھْلُھَا مُصْلِحُوْنَ O وَ لَوْ شَآءَ رَبُّکَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّۃً
وَّاحِدَۃً وَّ لَا یَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِیْنَ O اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّکَ وَ
لِذٰلِکَ خَلَقَھُمْ وَ تَمَّتْ کَلِمَۃُ رَبِّکَ لَاَمْلَئَنَّ جَھَنَّمَ مِنَ الْجِنَّۃِ
وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ O وَ کُلًّا نَّقُصُّ عَلَیْکَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا
نُثَبِّتُ بِہٖ فُؤَادَکَ وَ جَآءَکَ فِیْ ھٰذِہِ الْحَقُّ وَ مَوْعِظَۃٌ وَّ
ذِکْرٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ O وَ قُلْ لِّلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰی
مَکَانَتِکُمْ اِنَّا عٰمِلُوْنَ O وَ انْتَظِرُوْا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ O وَ لِلّٰہِ
غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اِلَیْہِ یُرْجَعُ الْاَمْرُ کُلُّہٗ فَاعْبُدْہُ وَ
تَوَکَّلْ عَلَیْہِ وَ مَا رَبُّکَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ O

وَ اصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۱۵﴾ اور آپ ﷺ صبر کیا کیجیے۔ اس کا مطلب ہے کہ جب آپ دین کی بات کریں گے تو ہر ایک تسلیم نہیں کرے گا۔ ہر آدمی کا ردِ عمل اپنا ہوتا ہے اور اس کے مزاج کے مطابق ہوتا ہے۔ جس طرح بارش برستی ہے۔ اچھی زمین پر برستی ہے، تو فصلیں اُگتی ہیں۔ باغوں پر برستی ہے تو پھول کھلتے ہیں لیکن جھاڑ جھنکار پر برسے تو مزید کانٹے اُگتے ہیں اور غلاظت کے ڈھیروں پر برسے تو اور بدبو پھیلتی ہے۔ بارش تو ایک ہی ہے، ردِ عمل اپنا اپنا ہے۔ کس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ تو جب آپ دین کی بات کرتے ہیں، دین کی تبلیغ کرتے ہیں، دین کے لئے محنت کرتے ہیں تو ردِ عمل جو آتا ہے وہ ہر فرد کا، اس کی اپنی ذات کے مطابق ہوتا ہے کہ اس نے دل کو صاف رکھا ہوا ہے، اس کا دل اچھا ہے یا اس کا دِل غلاظت سے بھرا ہوا ہے۔ تو اس پر صبر کرنا چاہیے برداشت کرنا چاہیے۔ یہ امید نہیں رکھنا چاہیے کہ جو میں کہہ رہا ہوں ساری دنیا تسلیم کر لے۔ پھر حضور اکرم ﷺ کی بات اور تھی۔ ہم تو اپنی بات منوانے کے لئے کہتے ہیں کہ میں کہہ رہا ہوں تو سب مان لیں۔ حضور ﷺ اپنی بات منوانے کے لئے نہیں، اگلوں کی خیر خواہی کے لئے محسوس فرماتے تھے۔ آپ ﷺ رحمۃ اللعالمین تھے اور آپ ﷺ کو دُکھ ہوتا تھا کہ میری بعثت کے بعد بھی کوئی شخص عذاب الٰہی میں گرفتار کیوں ہو؟ کیوں نہ میری بات مان لیں اور اللہ کی رحمت کو پالیں۔ ارشاد ہوا وَاصْبِرْ آپ ﷺ صبر کیجیے اب اگر حضور ﷺ کی تبلیغ کو ہر جگہ سے مثبت جواب نہیں ملتا تو پھر کسی دوسرے کی کیا حیثیت ہے کہ ہم یہ توقع رکھیں کہ جو میں کہوں گا وہ سب مان لیں گے یہ فضول ہے اس لیے کہ ہر آدمی کا جواب اس کے مزاج کے مطابق ہوتا ہے۔ اور وہ خوش نصیب ہوتے ہیں جو دین کی بات، اللہ کی بات قبول کرتے ہیں۔ لیکن یاد رکھیے قانون یہ ہے فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ (115) خلوص سے نیکی کرنے والوں کا اَجر اللہ کریم ضائع نہیں فرماتے اگر اگلا قبول نہیں کرتا تو وہ معاملہ اس کا اللہ کریم کے

ساتھ ہے۔ لیکن تبلیغ خلوص سے کی جائے۔ الْمُحْسِنِيْنَ یعنی تبلیغ اللہ کی رضا کے لئے ہو۔ یہ بڑا نازک مقام ہے کہ جو بندہ نیکی کی تلقین کرتا ہے اکثر اوقات اُسے اپنا زعم ہو جاتا ہے کہ کیوں کہ میں نے کہا ہے تو یہ بات مانی جائے۔ اتنے لوگ میری بات مانتے ہیں، اتنے لوگ میری پیروی کرتے ہیں، اتنے لوگ میرا احترام کرتے ہیں۔ نہیں! اس کے لئے نہیں، اپنے لئے نہیں، اپنے آپ کو منوانے کے لئے نہیں، تبلیغ خلوصِ دل سے اللہ کی رضا کے لئے کریں اَلْمُحْسِنِيْنَ خلوص دل سے نیکی کرنے والے، عبادت کرنے والے، تبلیغ کرنے والے ہیں تو فرمایا! آپ صبر کیجیے! اس لیے کہ آپ ﷺ جو فریضہ ادا کر رہے ہیں اس کا اجر آپ ﷺ کے لئے اللہ کریم ضائع نہیں فرماتے۔ فَلَوْ لَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ فرمایا! جو امتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے گزر چکی ہیں، اس اُمت سے پہلے جو امتیں گزر چکی ہیں اور جو تباہ ہوئیں اور جن پر عذاب الٰہی آیا، گرفتارِ بلا ہوئیں، اُن میں ایسے لوگ کیوں نہ ہوئے جو ان کو اللہ کی زمین میں فساد کرنے سے روکتے؟ کوئی ضروری تو نہیں کہ لوگوں نے بندوقیں اور لاٹھیاں اٹھا کر قتلِ عام شروع کر دیا ہو تو پھر سب کو ایک ہی صف میں کیوں کھڑا کیا گیا، اس لیے کہ اللہ کی زمین پر فساد کرتے تھے۔ قانون یہ ہے کہ انسان کے کردار کا ردعمل ہوتا ہے۔ معاشرے میں جو کچھ وہ کرتا ہے اس کے اثرات مرتب ہوتے ہیں جو پورے معاشرے کو، روئے زمین کو متاثر کرتے ہیں۔ تو جو شخص برائی کرتا ہے وہ صرف اپنا نقصان نہیں کر رہا ہوتا پورے معاشرے پر ظلم کر رہا ہوتا ہے۔ کہ اس کا ایک ردعمل معاشرے میں آتا ہے اور پورا معاشرہ بگاڑ کا شکار ہو جاتا ہے۔ تو اس لیے یہ بہت بڑی زیادتی ہے کہ آدمی صرف اپنا نقصان نہیں کر رہا ہوتا۔ تو فرمایا! ان امتوں میں بھی کچھ لوگ ایسے ہوتے جو ان کو برائی سے روکتے اور زمین پر امن ہوتا، تباہی نہ آتی۔ اس کا مطلب ہے کہ بندے کو صرف ایک اپنا عمل، اپنی عبادت ہی ادا نہیں کرنا چاہیے بلکہ ساتھ نیکی کی تبلیغ اور ترویج بھی کرنی چاہیے۔ اور جو لوگ غلط کار ہیں ان کو سمجھانے کی کوشش بھی کرنی چاہیے۔ فرمایا! کچھ لوگ تھے۔ اِلَّا قَلِيْلًا بہت کم لوگ تھے۔ اُن میں یہ قوت نہیں تھی کہ زور بازو سے انہیں برائی سے روک دیتے۔ اتنی تعداد نہیں تھی یا اتنی قوت نہیں تھی۔ جو کچھ اُن کے بس میں تھا وہ کہتے رہے۔ لیکن وہ اتنی تھوڑی تعداد میں تھے کہ لوگوں نے ان کی سنی ہی نہیں مگر اُن کی تبلیغ اور نیکی کی اشاعت کا فائدہ ہوا۔ نیکی کرنا ایک عمل ہے اور نیکی کی اشاعت دوسرا عمل ہے، ترویج دوسرا عمل ہے۔ تو ان کی اُس اشاعت کا فائدہ یہ ہوا کہ جب عذاب الٰہی آیا تو ان لوگوں کو ہم نے عذاب سے بچا لیا اور اپنی رحمت کے سائے میں لے لیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نیکی چھپ کر کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ نیکی کی تلقین دوسروں کو بھی کی جائے۔ ارشادِ باری اور ارشادِ رسالت پناہی کو عام کیا جائے۔ لوگوں کو سمجھایا جائے تو فرمایا! اُن امتوں میں بھی کچھ لوگ ایسے ہوتے جو ان کو برائی سے روک لیتے تو اللہ کی گرفت سے بچ جاتیں۔ اگر چہ کچھ تھے مگر تھوڑے تھے اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ بہت کم تھے۔ اُن کا کوئی اثر انہوں نے قبول نہیں کیا، وہ اپنی برائی سے باز نہیں آئے ان کی بات نہیں مانی لیکن بتانے والوں کی نیکی ضائع نہیں گئی۔ جب عذاب آیا تو ہم نے اُن لوگوں کو جو قلیل تھے لیکن اللہ کے دین پر تھے، نیکی کرتے تھے، دوسروں کو برائی سے روکتے تھے، ان کو ہم نے عذاب سے بچا لیا۔ وَ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ اور دوسرے اکثریت ان لوگوں کی تھی جنہوں نے ظالموں کی پیروی کی۔ بدکاروں کی پیروی کی اور اُسی کے پیچھے پڑے رہے۔ اور یہ بہت بڑا جرم تھا۔ وَ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ بہت بڑے مجرم تھے لہٰذا تباہ ہو گئے۔

وَ مَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱۷﴾

فرمایا! اللہ کریم، پروردگار عالم، رب العالمین ایسا نہیں کرتے کہ لوگ تو بھلائی کر رہے ہوں اور چند قلیل بدکاروں کی وجہ سے ان نیکوکاروں کو بھی تباہ کر دیں۔ ایسا نہیں ہوتا۔ جب برائی غالب آ جاتی ہے، اکثریت برائی

پہ لگ جاتی ہے تو پھر نتائج اس پر مرتب ہوتے ہیں اور جو نیکوکار ہوتے ہیں، اچھے لوگ ہوتے ہیں، ان کا اجر ضائع نہیں ہوتا۔ جب عذاب آتا ہے تو اللہ کریم ان کو بچالیتا ہے۔ وہ محفوظ رہتے ہیں، اس عذاب کی نذر نہیں ہوتے۔ لیکن رب کریم کا یہ قانون نہیں ہے کہ لوگ تو نیکی کر رہے ہوں اور چند ایک کے گناہ کی خاطر پوری بستی کو تباہ کر دے۔ ایسا نہیں ہوتا۔ جب بدکار غالب آجاتے ہیں، برائی کو اپنا لیتے ہیں اور اسی رویے اُتْرِفُوْا فِيْهِ اور ان ہی باتوں میں گم ہو جاتے ہیں، انہیں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں تو پھر تباہی آتی ہے۔ ایک عجیب بات ہے۔ نبی کریم ﷺ کے معجزات میں سے یہ بھی ہے کہ جب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو من حیث القوم جو قومیں غرق ہو جاتی تھیں یا آگ برستی تھی یا تباہی ہوتی تھی یا مارے جاتے تھے تو وہ اجتماعی عذاب ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئے۔ لیکن جو اثرات معاشرے پر مرتب ہوتے ہیں، وہ رہتے ہیں۔

اب آپ دیکھ لیجیے کہ ہم کہاں پہنچ گئے ہیں۔ ملک عزیز میں، ملک کے ہی لوگ، کلمہ بھی پڑھتے ہیں، نمازیں بھی پڑھتے ہیں، داڑھیاں بھی رکھی ہیں اور دوسروں کو بلا قصور، بلاوجہ، بلا جانے، بلا عذر قتل کر رہے ہیں۔ نہ مرنے والے کو پتہ ہے مجھے کیوں مار دیا ہے نہ مارنے والا جانتا ہے کہ یہ کون ہے، میں کس کو مار رہا ہوں۔ یہ وہی فساد فی الارض کی صورت ہے اور اس کا سبب ہماری بدکرداری ہے۔ مِن حیث القوم ہم نے اللہ کا دروازہ چھوڑ دیا ہے۔ الا ماشاء اللہ، اور اپنی امیدیں ظالموں سے وابستہ کر لی ہیں، دنیاداروں سے وابستہ کر لی ہیں۔ اُنہیں کے پیچھے چلتے ہیں اور اُنہیں کی خوشامد کرتے ہیں۔ تو یہ نظریات جو ہیں زیادہ موثر ہوتے ہیں۔ اگر ہر فرد کا نظریہ محض دنیا کا حصول بن جائے۔ زبان سے اسلام کا اقرار بھی کرتا ہے لیکن عملی زندگی میں دل سے اس کی امیدیں چوروں، ڈاکوؤں، بدکاروں سے وابستہ ہو جائیں تو پھر وہ عملاً پیروی ان کی کرتا ہے، خوشنودی اُن کی چاہتا ہے، راضی انہیں رکھنا چاہتا ہے وَ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بدکاروں کی پیروی کرتے ہیں۔ ان کے پیچھے چلتے ہیں، انہیں خوش رکھنا چاہتے ہیں، امیدیں اُن سے وابستہ کر لیتے ہیں۔ تو اس کا نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ پھر تباہی آتی ہے۔ تو جو قومیں غرق ہوئیں یا بندر، خنزیر بنیں یا ان کی شکلیں بگڑ گئیں۔ وہ عذاب تو بطفیل نبی کریم ﷺ ختم ہو گئے لیکن جو اثرات معاشرے پر مرتب ہوئے وہ تو ہوتے ہیں۔ اب دیکھ لیجیے اس سے بدتر حالت کیا ہو گی کہ کوئی شخص بچہ سکول بھیجتا ہے تو وہ اس کے واپس آنے تک ڈرتا رہتا ہے کہ پتہ نہیں۔ آئے گا یا اغوا ہو جائے گا۔ آئے گا یا مارا جائے گا۔ حکومتیں بھی ہیں، محکمے بھی ہیں، پولیس بھی ہے، فوج بھی ہے، ادارے بھی ہیں لیکن ہر فرد غیر محفوظ ہے۔

وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ لَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ اللہ تو ایسا قادر تھا کہ جب مخلوق کو پیدا فرمایا تو سب کو نیکی پر لگا دیتا۔ لوگ برائی کی طرف جاتے ہی نہیں اور یہ تماشے نہ بنتے۔ فرمایا! اگر ایسا ہوتا۔ اللہ تو قادر ہے کرتا تو ہو جاتا، بالکل ایسا ہی ہو جاتا۔ اب بھی چاہے اور کرے تو ہو جائے گا۔ لیکن پھر تخلیق کا مقصد کیا؟ ایسی مخلوق "فرشتے" پہلے موجود تھی جو کبھی نافرمانی نہیں کرتی۔ لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ جو حکم ہوتا ہے کبھی سرتابی نہیں کرتے اور وہ وہی کرتے ہیں جو حکم ہوتا ہے۔ تو فرشتے تو پہلے سے موجود تھے۔ انسان بھی آتا اور صرف نیکی ہی کرتا اور اس کے پاس اپنی پسند نہ ہوتی اختیار نہ ہوتا، نیکی بدی میں سے پسند کا اختیار نہ ہوتا۔ تو انسان کی تخلیق کا مقصد تو یہ تھا کہ ایک مخلوق ایسی بھی ہو۔ حدیث قدسی میں آتا ہے۔ كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا۔ فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ تو مجھے یہ بات پسند آئی کہ کوئی تو میرا پہچاننے والا بھی ہو۔ انسان کے علاوہ جتنی مخلوق ہے اُنہیں معرفت الٰہی کا وہ شعور نہیں ہے جو انسان کو عطا ہوا ہے۔ مقربین بارگاہ فرشتے بھی حکم کی اطاعت کرتے ہیں۔ ان میں بھی یہ تاب نہیں کہ حاکم کی طرف دیکھیں۔ یہ شرف انسانیت کو بخشا گیا کہ وہ اللہ کی ذات کی معرفت اپنی استعداد کے مطابق حاصل کرے اور پھر فرمایا! میں چاہتا یہ تھا کہ میری ایک مخلوق ایسی بھی ہو جس کے

سامنے میں دنیا جہاں کی نعمتیں بکھیر دوں۔ دنیا کی لذتیں، دنیا کا حسن وجمال، دنیا کی عیش وعشرت اس کے سامنے ڈھیر کردوں اور دوسری طرف میرا جمالِ جہاں آفریں ہو اور اُس کے پاس اختیار ہو تو وہ دنیا کو اختیار کرتا ہے یا میری ذات پر قربان ہوتا ہے۔ اور میرے حکم سے نہیں، مجھے پہچان کر میری اطاعت کرے۔ دنیا کو ٹھکرا دے اور میرے در پہ جبہ سائی کرے اور مجھ پر قربان ہو جائے مجھ پہ نچھاور ہو جائے۔ میرے لئے جان دے دے، میری یاد میں دن رات بسر کردے، میری یاد میں اس کی زبان، اس کا دل ہمہ وقت اللہ اللہ کرے، روشن رہے۔ کوئی ایسی مخلوق بھی ہو جو مجھے پہچان کر اپنی پسند سے میرا انتخاب کرے۔ تو تخلیق انسانی کا مقصد ہی یہ تھا۔ اگر انہیں مجبور کر دیا جاتا کہ صرف نیکی کرو گے تو پھر تو یہ مقصد ہی فوت ہو جاتا۔ اللہ چاہتا تو کر سکتا تھا لیکن پھر اس کا مقصد فوت ہو جاتا۔ لہٰذا انسان کو اختیار دیا گیا۔ انبیاءؑ مبعوث فرمائے گئے جو بالکل کھرے، سچے انسان تھے۔ کسی نبیؑ کی زبانِ مبارک سے کوئی غلط لفظ نہیں نکلا۔ ہر نبیؑ نے سچی، کھری اور خلوص سے دعوت دی۔ اور پھر ساری انسانیت کے لئے آقائے نامدار محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا جنہیں بدترین دشمن بھی صادق اور امین کہتے تھے۔ اب اس سے بڑی امانت کیا ہوگی کہ کلام الٰہی کا ایک ایک لفظ وحی سے صرف حضور اکرم ﷺ تک پہنچا، کسی دوسرے شخص نے نہیں سنا۔ پوری انسانیت کی رہنمائی ایک ہستی کی زبانِ مبارک سے ہو رہی ہے اور آپ ﷺ نے فرمایا! یہ قرآن ہے تو ہم مانتے ہیں کہ یہ قرآن ہے۔ اس کی جو تفسیر فرمائی، حضور ﷺ نے فرمایا! یہ حدیث ہے۔ ہم مانتے ہیں یہ حدیث ہے۔ اور چودہ صدیاں بیت گئیں اور پندرہویں صدی کا بھی ربع گزر گیا کوئی اسے غلط ثابت نہیں کر سکا۔ آج کی سائنس نے بڑی تحقیقات کیں لیکن بڑے سرمارنے کے بعد، صدیاں محنت کرنے کے بعد اگر پہنچی تو بمشکل وہاں تک پہنچی جو ہزاروں سال پہلے حضور ﷺ نے فرما دیا، ڈیڑھ ہزار برس پہلے فرما دیا تھا۔ اس وقت کون جانتا تھا کہ سورج کی روشنی ذاتی ہے اور چاند سورج کی روشنی سے روشن ہوتا ہے۔ جَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا سورج کی روشنی ذاتی ہے اور چاند اس سے اُدھار لے کر چمکتا ہے۔ چودہ، پندرہ سو سال پہلے کون جانتا تھا؟ انسانی ولادت کی جو ترتیب قرآنِ کریم نے بتائی کہ خون کا ایک لوتھڑا بنتا ہے پھر اس سے گوشت بنتا ہے، پھر ہڈیاں بنتی ہیں، پھر ان پر کھال چڑھتی ہے، پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔ بڑی تحقیق کے بعد سائنس وہیں تک پہنچی آگے تو نہیں جا سکی۔ ایک نہیں، ہزاروں مثالیں دی جا سکتی ہیں۔ اس زمانے میں تو یہ سائنسی تحقیقات نہیں تھیں۔ آج کل جو لوگ سائنس کے بڑے پیش رو بنے ہوئے ہیں، یہ تو جاہل لوگ تھے اور جنگلوں میں رہنے والے، انسانی اقدار سے بھی نا آشنا تھے۔ یہ ساری سائنس کی بنیاد بھی مسلمانوں نے ہی رکھی اور تعلیمات نبوی ﷺ سے فیضان لے کر رکھی۔ تو اگر اللہ کریم چاہتے تو ساری انسانیت کو نیکی پر ہی لگا دیتے لیکن پھر انسانیت کا مقصد فوت ہو جاتا۔ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ہاں اب وہی نیکی کرے گا جس کا تعلق اللہ کریم سے ہوگا جو خلوصِ دل سے اپنے رب سے رشتہ جوڑے گا۔ تو اللہ کی رحمت کو پائے گا جس پر اللہ کا رحم ہوگا وہی بھلائی کرے گا ورنہ دوسرے اگر خطا کریں گے تو نتیجہ بھگت لیں گے، کسی کا کیا بگڑے گا۔ اللہ کا رحم کیسے ہو؟ فرمایا! محمد رسول ﷺ رحمت العالمین ہیں۔ جتنی رحمت کوئی بندہ اللہ سے لے سکتا ہے وہ ساری اُسے نصیب ہو سکتی ہے اگر وہ دامانِ رسالت ﷺ تھام لے، اتباعِ رسالت ﷺ کرلے تو ساری نعمتیں پا سکتا ہے۔ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ان کی تخلیق کا مقصد بھی تھا۔ انسان کی تخلیق اسی لیے ہوئی تھی کہ اس کو دنیا سے آشنائی بھی دی جائے، دنیوی لذت سے آشنائی بھی دی جائے۔ اُن لذتوں سے بہرہ ور ہونے کی توفیق بھی دی جائے اور پھر اس میں، یہ بھی اس کا کرم ہے اس نے ساری لذتیں بند نہیں کیں۔ اس نے فرمایا! ساری لذتوں سے مستفید ہو لیکن جو قاعدہ میں بتاتا ہوں اس کے مطابق ہو۔ اگر کوئی کافر یا بدکار یا ظالم ٹھنڈا پانی پی کر خوش ہوتا ہے تو مومن کے لئے

ٹھنڈا پانی پینا منع تو نہیں وہ اچھا کھانا کھاتا ہے تو مومن کے لئے اچھا کھانا منع تو نہیں ہے۔ وہ اچھا لباس پہنتا ہے، اچھی گاڑی رکھتا ہے، اچھا گھر بناتا ہے تو مومن کے پاس بھی حلال ذرائع ہوں تو منع تو نہیں ہے۔ بلکہ حضورﷺ فرماتے ہیں! جتنی حیثیت ہو، اپنے لباس، رہن سہن میں اتنا نظر بھی آنا چاہیے۔ یہ بھی اللہ کا شکر ادا کرنے کا ایک طریقہ ہے۔ اس پر اترانا نہیں چاہیے لیکن اللہ کا شکر ادا کرنے کا ایک طریقہ ہے

اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ اللہ کے انعامات کو بیان بھی کیا کرو کہ مجھ پر اللہ کا یہ احسان ہے۔ تو کسی نعمت سے روکا نہیں۔ فرمایا! اگر ہم انہیں کہہ دیتے اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَکُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِیَارِکُمْ اگر اللہ کا نبی یہ پیغام دیتا کہ یہ حکم ہے جو ایمان لائے اپنی گردن کٹوا دے یا جو ایمان لائے وہ اپنا علاقہ، ملک چھوڑ کر دیس بدر ہو جائے، کہیں اور جا بسے تو فرمایا! بہت کم لوگ ایسا کرتے۔ لیکن جو کرتے وہی کامیاب ہوتے، جو نہ کرتے وہ تباہ ہو جاتے۔ اگر اللہ کا نبی اللہ کی طرف سے اتنی کڑی شرط لگا دیتا تو اتباع کے بغیر چارہ نہیں تھا۔ اس نے ایسی کوئی سخت شرط نہیں لگائی۔ عبادات کی توفیق بخشی تو یہ اس کا انعام ہے۔ ایک مشت غبار کو دن میں پانچ بار، لباس پاک کر کے، باوضو ہو کر، قبلہ رو ہو کر اللہ کریم سے شرف ہم کلامی بخشا تو یہ بیگار ہے یا اس کا احسان ہے۔ اگر کوئی دنیا کا حکمران، صدر اور وزیر کو چھوڑ دیں، آپ کے ضلع کا ایک افسر آپ سے کہہ دے کہ صبح شام مجھ سے ملا کرو تمہارے بغیر مزہ نہیں آتا تو آپ سارے کام چھوڑ کر بھاگتے پھریں گے۔ وہ تو بیگار نظر نہیں آئی۔ اس میں تو لوگ فخر کریں گے کہ ڈی سی صاحب میرے بغیر کھانا نہیں کھاتے، مجھے ملے بغیر دفتر کا کام نہیں کرتے۔ تو اللہ کی بارگاہ میں حاضری اور پھر روبرو گفتگو، سیدھا اللہ کو مخاطب کرتا ہے سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ اے اللہ! تو پاک ہے ہم تیری تعریف کرتے ہیں۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ اللہ صرف تیری عبادت کرتے ہیں تیرے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے اور تجھی سے ساری امیدیں وابستہ ہیں اور تیری ہی مدد چاہتے ہیں۔ ایک مشت غبار رب العالمین سے براہ راست ہم کلام ہے، بات کر رہا ہے۔ نبیﷺ کا ارشاد ہے کہ نمازی کے آگے سے نہ گزرو، اِنَّہٗ یُنَاجِیْ رَبَّہٗ وہ اپنے رب سے سرگوشیاں کر رہا ہے۔ اس کا اور اس کے پروردگار کا معاملہ ہے۔ وہ اپنے دکھ، اپنے دل کی باتیں اپنے پروردگار سے کر رہا ہے۔ عبادات کا تو اور مزہ آگیا، اُس کا احسان ہے کہ ہر بادشاہ کو، ہر کہہ ومہہ کو، ہر چھوٹے بڑے کو، ہر نیک و بد کو، مسلمان کو اجازت دے دی کہ دن میں پانچ بار تم میرے ساتھ بات کیا کرو۔ یہ تو بہت بڑا اعزاز ہے، اسے مصیبت سمجھ لیا گیا۔ روزے فرض کیے تو انسان کو اوصافِ ملکوتی سے آشنا کیا۔ اس سے اُس میں اوصافِ ملکوتی آتے ہیں وہ فرشتوں جیسا ہو جاتا ہے۔ ایک خاص وقت تک کھاتا نہیں، پیتا نہیں، بہت سے امور سے رک جاتا ہے تو تجلیاتِ باری کو جذب کرنے کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے۔ تو یہ تو سارے اُس کے احسانات ہیں جسے ہم نے بیگار سمجھ لیا ہے۔ مجھے پہلے ڈاک میں خط آیا کرتے تھے اور پچاس، ساٹھ کی تعداد میں آتے تھے۔ اب کمپیوٹر پر ای میلز آتی ہیں لیکن پچاس، پچاس ای میل آجاتی ہیں۔ تو ڈاک کی مصیبت پھر آسان تھی کہ دن کو دفتر میں بیٹھ کر دیکھ لی، اس میں یہ تو رات گیارہ، بارہ بجے تک بھگتنا پڑتی ہے۔ اس میں لکھتے ہیں جی! میرے لیے دعا کریں، مجھ سے نمازیں چھوٹ جاتی ہیں۔ ٹھیک ہے دعا اچھی بات ہے۔ دعا کرتے بھی ہیں اور سب کے لیے کرتے ہیں۔ ہم تو گمراہوں کے لیے بھی دعا کرتے ہیں اللہ انہیں بھی ہدایت دے۔ اپنے لیے بھی کرتے ہیں کہ اللہ ہمیں ہدایت پر قائم رکھے۔ جو کوتاہیاں ہیں معاف فرمائے۔ اپنوں کے لیے کرتے ہیں سب کے لیے کرتے ہیں۔ دعا کرنا اللہ کی طرف سے ایک رحمت ہے، دوسروں کے لیے بھی جو دعا کرتے ہیں اللہ اسے بھی محروم نہیں فرماتے، اس پر بھی رحم کرتے ہیں۔ لیکن مجھے ایک بات کی سمجھ نہیں آتی کہ اللہ کریم فرماتے ہیں آؤ! میرے ساتھ بات کر لو! مجھے مِل لو! بندہ کہتا ہے آپ دعا کر دیں۔ مجھ سے تو یہ نہیں ہوتا۔ اس میں دعا کیا کرے؟

ایک شخص کو اللہ کریم اپنے نبی کریم ﷺ کی معرفت پیغام دیتے ہیں کہ اُٹھ جا یہ وقت ہے، میرے پاس آ، میرے ساتھ بات کر، تجھے کیا چاہیے؟ مجھے بتا، تجھے کیا تکلیف ہے؟ میرے ساتھ بات کر، تو کیا چاہتا ہے؟ آ میرے ساتھ بات کرلے، براہِ راست بات کرلے، سیدھا مخاطب ہوجا۔ وہ کہتا ہے دعا کرو، مجھ سے تو نہیں اٹھا جاتا، مجھ سے یہ کام نہیں ہوتا تو دعا کیا کرلے گی؟ دعا کرنے والے کو تو دعا کا ثواب ملے گا، اُسے کرنی چاہیے لیکن نتیجہ کیا ہوگا؟ ایک طرف ادنیٰ سی، حقیری مخلوق ہے دوسری طرف رب العالمین ہے۔ وہ حقیر مخلوق کہتی ہے مجھ سے تو آپ کی بات نہیں سنی جاتی نہ میں اپنی بیان کرسکتا ہوں میں تو نہیں آرہا تو کسی تیسرے کی درمیان میں گنجائش ہے؟ پھر وہ ذات کریم جانے اور اس کا بندہ جانے۔ لیکن ہم ان چیزوں پر غور نہیں کرتے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ بیگار ہمارے ذمے لگ گئی ہے۔ ابھی اٹھو، پھر اٹھو، پھر اٹھو، حالانکہ اسلام بہت بڑی دولت ہے۔

کاش! ہم سمجھ سکتے، کتنی عظیم نعمت ہے۔ جس بندے کو دن میں پانچ دفعہ بارگاہِ ربوبیت میں حاضری کی توفیق ہو اور اپنے دِل کی باتیں رب العالمین کی بارگاہ میں عرض کرسکتا ہو اُسے کسی کی محتاجی رہ جاتی ہے؟ کوئی ضرورت باقی ہے کہ وہ کسی کی خوشامد کرے یا کسی کے دروازے پر جائے؟ افسوس یہ ہے کہ ہم نے عبادت کو بھی ایک رسم بنا لیا۔ اٹھے، چار چھینٹے ہاتھ منہ پر اڑائے اور جلدی جلدی آئے، اُٹھے اور چلے گئے۔ کاش اس کی حقیقت، اس کا مفہوم سمجھ میں آجائے فرمایا! وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿١١٩﴾ فرمایا! آپ کے پروردگار کا فیصلہ نافذ ہوچکا۔ وہ انسان کی تخلیق سے پہلے جانتا تھا کہ کون کون دنیا پہ رہے گا اور کتنے لوگ مجھ پر فدا ہوں گے۔ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ہے، وہ حاضر، چھپی سب باتوں کو جانتا ہے اور اس کا علم حضوری ہے۔ اس کے علم میں حال، ماضی، مستقبل نہیں ہے، حال ہی حال ہے۔ ہر چیز اس کی بارگاہ میں دست بستہ حاضر ہے، ہمہ وقت حاضر ہے۔ اس کے علم میں ماضی اور حال نہیں ہے اس کا علم حضوری ہے ہر چیز ہمہ وقت موجود ہے۔ اسے پیدا کرنے سے پہلے بھی پتہ تھا کہ کتنے لوگ نافرمان ہوں گے اور کتنے اطاعت گزار۔ لیکن تھوڑے سہی پھر بھی اُسے اطاعت گزار پسند ہیں۔ اس نے مخلوق کو پیدا تو فرمایا اور وہ جانتا تھا کہ نافرمان بھی اتنے ہوں گے مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿١١٩﴾ کہ جنوں اور انسانوں سے دوزخ بھر جائے گی۔ وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ قرآن کریم قصے کہانیاں تاریخی اعتبار سے بیان نہیں فرماتا۔ یہ اس لئے بیان فرمائے جاتے ہیں کہ ایک تو آپ ﷺ کے قلب اطہر کو تسلی رہے کہ انبیاءؑ کے ساتھ پہلے بھی اسی طرح ہوتا رہا ہے اور نیکی کا مقابلہ بدی سے رہتا ہے۔ نور و ظلمت، شب و روز، تاریکی اور روشنی اس دنیا کا حصہ ہے اور یہ مقابلہ رہتا ہے۔ تو اس لئے انبیاءؑ و رسلؑ کے قصے آپ ﷺ سے بیان فرمائے گئے کہ آپ ﷺ کے قلب اطہر کو تقویت ملے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں کہ صرف میرے ساتھ ایسا ہو رہا ہے۔ اس دنیا میں چونکہ بندے کو خود اختیار دیا گیا ہے تو وہ خود فیصلہ کرتا ہے۔ کوئی دامانِ رسالت ﷺ تھامتا ہے، کوئی بھاگتا ہے، کوئی اُسے کاٹنا چاہتا ہے، یہ اپنے اپنے کردار کی بات ہے۔ وَجَاءَكَ فِي هَٰذِهِ الْحَقُّ دوسری بات یہ ہے کہ یہ قصے پہلے اس طرح مفصل بیان بھی نہیں ہوئے تھے۔ پہلی کتابوں میں تھے تو اشارتاً تھے۔ یہ تفصیل نہیں تھی جتنی یہاں قرآن کریم میں ہے۔ لوگوں نے غلط کہانیاں گھڑلی تھیں، غلط واقعات بنالیے تھے اور ان کے غلط نتائج اخذ کرلیے تھے۔ تو اس کی بھی اصلاح ہوگئی کہ ان قصوں میں حق بیان ہوگیا، صداقت آگئی۔ واقعتہً جو ہوا تھا وہ ارشاد فرمادیا گیا۔ وَمَوْعِظَةٌ وَذِكْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ (120) اور ایک نصیحت بن گئی اور اللہ کی عظمت کا تذکرہ اس میں آگیا۔ جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کے لیے اس میں بہترین نصیحت، عبرت کا سبق اور عظمت الٰہی کے دلائل بھی واضح ہوگئے، اُن کا فائدہ ہوگیا۔ اب رہے وہ لوگ جو حضور اکرم ﷺ کی بات قبول

نہیں کرتے، ان کا کیا، کیا جائے؟ فرمایا! وَ قُلْ لِّلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰی مَكَانَتِكُمْ اِنَّا عٰمِلُوْنَ (121) انہیں کہیے ٹھیک ہے، تمہیں اللہ نے مہلت دی ہے، فرصت دی ہے، روزی دے رہا ہے، اولاد دے رہا ہے، گھر دیئے ہوئے ہیں، حکومت واقتدار واختیار دیا ہوا ہے تو جو تم صحیح سمجھتے ہو، کرتے جاؤ جو ہمیں اللہ نے صحیح بتایا ہے ہم وہ کر رہے ہیں۔ تم اپنی جگہ کرتے رہو ہم اپنی جگہ کام کر رہے ہیں وَ انْتَظِرُوْا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ (122) تم بھی اپنے نتیجے کا انتظار کرو، ہم بھی اپنے کام کے نتیجے کے منتظر ہیں۔ کتنا طویل راستہ ہو اس پر چلنا شروع کر دیں تو ایک دن منزل آجاتی ہے۔ کتنی طویل زندگی ہو، ایک دن ختم ہو جائے گی۔ اگر تم وہی عمل کرنا چاہتے ہو تو کرو! کرتے رہو! انتظار کرو کہ تم کہاں پہنچتے ہو۔ جو ہم کر رہے ہیں، ہم کرتے رہیں گے اور ہم بھی اس بات کے منتظر ہیں کہ ہمیں کہاں پہنچتے ہیں۔ وَ لِلّٰهِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ارض وسماء کو، امورِ غیبیہ کو جاننا یہ صرف اللہ کے لیے ہے۔ وہ بہتر جانتا ہے، وہ دلوں کے حال جانتا ہے اور اُسے پتہ ہے کون کتنے خلوص سے کیا کر رہا ہے۔ کون گمراہی کر رہا ہے، کون گستاخی کر رہا ہے؟ کون نیکی کر رہا ہے، کون ایمان لایا؟ ہمارے سامنے تو صرف تمہارا ظاہر، قول اور عمل ہے۔ حقیقت حال سے وہ واقف ہے۔ اِلَیْهِ یُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ اور تمام امور کا رجوع اُسی کی طرف ہے۔ ہر چیز نے واپس اُسی کی بارگاہ میں پہنچنا ہے۔ اُسی نے سب کا حساب لینا ہے۔ اُسی نے سب کو اجر دینا ہے اور وہ جانے۔ فَاعْبُدْهُ وَ تَوَكَّلْ عَلَیْهِ آپ ﷺ ان کو چھوڑیے، آپ ﷺ اپنی عبادت کی فکر کیجیے۔ آپ ﷺ اپنی اطاعت کی فکر کیجیے، آپ ﷺ اللہ کی ہی اطاعت کیجیے، صرف اللہ ہی کی اور جب آپ ﷺ ایسا کرتے ہیں تو پھر اُس پر بھروسہ کیجیے کہ آپ ﷺ کا نگہبان بھی وہی ہے۔ کوئی کیا کر رہا ہے؟ لوگ کیا کہتے ہیں؟ لوگ کیا چاہتے ہیں؟ فرمایا! آپ ﷺ ان باتوں کو چھوڑ دیں جب اللہ سے آپ ﷺ کا تعلق ہے، آپ ﷺ اللہ کی عبادت کر رہے ہیں، اللہ سے اپنے دل کی باتیں کرتے ہیں، اللہ سے اپنے دکھ سکھ بیان کرتے ہیں پھر وَ تَوَكَّلْ عَلَیْهِ پھر اسی پر بھروسہ کیجیے وہ کارساز ہے۔ آپ ﷺ نہ بتاتے وہ تب بھی جانتا ہے یہ تو اس نے آپ ﷺ کو اعزاز بخشا کہ آپ ﷺ اس کی بارگاہ میں بات کرتے ہیں۔ یہ تو آپ ﷺ کو اعزاز مل گیا۔ آپ بتائیں نہ بتائیں وہ جانتا ہے۔ اُسی ذات پر بھروسہ کیجیے اور آپ ﷺ کا پروردگار کام کرنے والوں کے کاموں سے کبھی بے خبر نہیں ہوتا۔ اُسے سب پتہ ہے کون کیا کر رہا ہے؟ وہ سب جانتا ہے۔ اس کا علم، جس طرح اس کی ذات قدیم ہے اس کا علم بھی قدیم ہے اور وہ جانتا ہے کون کیا کر رہا ہے، لہٰذا ان لوگوں کو اسی کے رحم وکرم پر چھوڑ دیجیے یہ اس کی اپنی مخلوق ہے۔ تو انبیاءؑ بڑے کریم اور بڑے شفیق ہوتے ہیں۔ اللہ کے نبیؑ نے بھی کفار کے لئے کہا تھا کہ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ اگر تو انہیں عذاب دے گا تو تیرے اپنے بندے ہیں کوئی کیا کر سکتا ہے؟ تیری اپنی ملکیت ہے، تیری اپنی مخلوق ہے، تخلیق ہے تو جانے وہ جانے وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ اگر معاف کر دے تو تو غفور رحیم ہے۔ یعنی انبیاءؑ کے ایسے کریمانہ قلوب ہوتے ہیں کہ ہم کوتاہیاں کرتے ہیں، وہ ہماری شفاعت اور سفارش کرتے ہیں۔ شرط صرف یہ ہے کہ ان کے دامن سے وابستہ تو رہا جائے۔ کہیں کوتاہی، کمزوری انسان سے ہوتی رہتی ہے لیکن اس کی کوشش تو یہ ہو کہ میں حضورِ حق میں حاضر رہوں، نبی ﷺ پر اعتماد کروں۔ اسی کا نام ایمان ہے کہ حضور ﷺ پر بھروسہ کروں۔ جو حضور ﷺ نے فرمایا وہی حق ہے، وہی کرنا چاہیے اور ارشادات نبوی ﷺ کو رسماً نہیں لینا چاہیے کہ خیر ہے یہ قرآن میں لکھا ہے تو خیر ہے یہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے تو خیر ہے۔ صرف خیر ہے کی بات نہیں یہ وہ حقائق ہیں جن پر آخرت کا فیصلہ ہوگا نجات کا یا عذاب کا۔ تو انہیں اُسی حیثیت سے لینا چاہیے۔ توفیق اللہ کے پاس ہے۔ اللہ پاک ہماری خطائیں معاف فرمائے اور اتباعِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی توفیق ارزاں فرمائے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للّٰہِ رب العالمینO

# غزوۂ احزاب یا غزوۂ خندق

ماخوذ: "سیرت النبی ﷺ" از مولانا شبلی نعمانی

(ذیقعدہ 5ھ میں غزوۂ خندق پیش آیا۔ اس لئے اس مضمون کو اس شمارہ میں شائع کیا جارہا ہے۔ ادارہ)

بنونضیر ❶ مدینہ سے نکل کر خیبر پہنچے تو اُنہوں نے ایک نہایت عظیم الشان سازش شروع کی۔ اُن کے رؤساء میں سے سلام بن ابی الحقیق، حُیی بن اَخطب، کنانہ بن الربیع وغیرہ مکۂ معظمہ گئے اور قریش سے مل کر کہا "اگر ہمارا ساتھ دو تو اسلام کا استیصال کردیا جاسکتا ہے۔" قریش اس کے لئے ہمیشہ تیار تھے۔ قریش کو آمادہ کرکے یہ لوگ قبیلہ غطفان کے پاس گئے اور اُن کو لالچ دیا کہ خیبر کے نصف محاصل ان کو ہمیشہ دیا کریں گے (اور یہ پہلے سے بھی تیار تھے۔ غزوۂ معونہ میں عامر رئیس قبیلہ نے اسی غطفان کے حملہ کی دھمکی ❷ دی تھی۔ اس لئے یہ فوراً تیار ہوگئے) بنواسد، غطفان کے حلیف تھے۔ غطفان نے ان کو لکھ بھیجا کہ تم بھی فوجیں لے کر آؤ۔ قبیلہ بنوسلیم سے قریش کی قرابت تھی۔ اس تعلق سے انہوں نے بھی ساتھ دیا۔ بنوسعد کا قبیلہ یہود کا حلیف تھا۔ اس بنا پر یہود نے ان کو بھی آمادہ کیا۔ غرض تمام قبائلِ عرب سے لشکرِ گراں تیار ہوکر مدینہ کی طرف بڑھا۔ فتح الباری میں تصریح ہے کہ ان کی تعداد (دس ہزار) ❸ تھی۔

یہ لشکر تین مستقل فوجوں ❹ میں تقسیم تھا۔ غطفان کی فوجیں ❺ عینیہ بن حصن فراری کی کمان میں تھیں جو عرب کا مشہور سردار تھا۔ بنواسد طلیحہ کی افسری میں تھے اور ابوسفیان (بن حرب) سپہ سالارِ کل ❻ تھا۔

آنحضرت ﷺ نے یہ خبریں سنیں تو صحابہؓ سے مشورہ کیا۔ حضرت سلیمان فارسیؓ ایرانی ہونے کی وجہ سے خندق کے طریقہ سے واقف تھے۔ انہوں نے رائے دی کہ کھلے میدان میں نکل کر مقابلہ کرنا مصلحت نہیں۔ ایک محفوظ مقام میں لشکر جمع کیا جائے اور گرد خندق کھود لی جائے۔ خندق دراصل فارسی کندہ کا معرب ہے جس کے معنی کھودے گئے کے ہیں، کاف خ سے اور ہائے ہوز قاف سے بدل گئی ہے، جس طرح پیادہ سے بیدق ہوگیا ہے۔

## خندق کا کھودا جانا:

تمام لوگوں نے اس رائے کو پسند کیا اور خندق کھودنے کے آلات مہیا کئے گئے۔

مدینہ میں تین جانب مکانات اور نخلستانوں کا سلسلہ تھا جو شہر پناہ

---

❶ طبری میں ہے کان الذی جرّ غزوۃ رسول اللہ الخندق فیما قیل ما کان من اجلاء رسول اللہ بنی النضیر عن دیارھم (جلد سوم) مغازی کی سب سے زیادہ معتبر کتاب مغازی موسیٰ بن عقبہ ہے۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری (ج ہفتم) غزوۂ احزاب کے ذکر میں اس کی یہ عبارت نقل کی ہے اخرج حیی بن اخطب بعد قتل بنی نضیر الیٰ مکۃ یحرّض قریشا علی حرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وخرج کنانۃ بن الربیع بن ابی الحقیق یسعی فی بنی غطفان ویحضھم علیٰ قتال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ان لھم نصف تمر خیبر فاجابہ عیینۃ بن حذیفۃ بن بدر الفزاری الیٰ ذلک وکتبوا الیٰ حلفاء ھم من بنی اسد فاقبل الیھم طلحۃ بن خویلد فیمن اطاعہ الخ ❷ صحیح بخاری، غزوۃ الرجیع۔ ❸ طبقات ابن سعد جلد دوم قسم اول و فتح الباری جلد ہفتم میں۔ ❹ طبقات ابن سعد جلد دوم قسم اول میں۔ ❺ افسروں کی یہ تفصیل پورے لشکر کی نہیں ہے بلکہ مصنف نے صرف مشہور قبائل کے فوجی افسروں کا تذکرہ کردیا ہے۔ اس سلسلہ میں مؤرخین نے دوسرے قبائل کے فوجی افسروں کے نام بھی بتائے ہیں۔ چنانچہ بنوسُلیم، سفیان بن عبدشمس کی افسری میں تھے۔ قبیلہ اشجع کا سردار مسعود بن رُخیلہ تھا۔ بنومُرّہ حارث بن عوف کے ماتحت تھے۔ حارث اور طلیحہ بعد کو مسلمان ہوگئے تھے۔ زرقانی جلد دوم، طبقات ابن سعد، جلد دوم، قسم اول، ص۔ ❻ طبقات ابن سعد، جلد دوم، قسم اول۔ ص۔

کا کام دیتا تھا۔ صرف شامی رُخ کھلا ہوا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے تین ہزار صحابہؓ کے ساتھ شہر سے باہر نکل کر اسی مقام میں خندق کی تیاریاں شروع کیں۔ یہ ذوقعدہ 5ھ کی آٹھ تاریخ تھی۔

آنحضرت ﷺ نے حدود خود قائم کیں۔ داغ بیل ڈال کر دس دس آدمیوں پر دس دس گز زمین تقسیم کی۔ خندق کا عمق (گہرائی) پانچ گز رکھا گیا۔ بیس دن میں تین ہزار متبرک ہاتھوں سے انجام پائی۔

یاد ہوگا کہ جب مسجد نبوی ﷺ بن رہی تھی تو سرور دو جہاں ﷺ مزدوروں کی صورت میں تھے۔ آج بھی وہی عبرت انگیز منظر ہے۔ جاڑے کی راتیں ہیں، تین تین دن کا فاقہ ہے، مہاجرین اور انصار اپنی پیٹھوں پر مٹی لادلاد کر پھینکتے ہیں اور جوشِ محبت میں ہم آواز ہوکر کہتے ہیں:۔

نحن الّذین بایعوا محمدا علی الجهاد مابقینا ابدا

سرورِ دو عالم ﷺ بھی مٹی پھینک رہے ہیں۔ شکم مبارک پر گرد اَٹ گئی ہے۔ اسی حالت میں یہ رجز زبان پر ہے:۔

ولا تصدّقنا ولا صلّینا والله لولا الله ما اهتد ینا

فانزلن سکینة علینا وثبت الاقدام ان لاقینا

اذاارادوا فتنة ابینا ان الاولی قد بغوا علینا

اَبَیْنَـا کا لفظ جب آتا تھا تو آواز زیادہ بلند ہوجاتی تھی اور مکرر کہتے تھے ❼ اس کے ساتھ انصار کے حق میں دُعا بھی دیتے جاتے تھے اور یہ موزوں الفاظ زبان پر آتے تھے۔

اللّٰهمّ انه لاخیر الّاخیر الأخرة

فبارک فی الانصار والمهاجرة

پتھر کھودتے کھودتے اتفاقاً ایک سخت چٹان آگئی۔ کسی کی ضرب کام نہیں دیتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ تین دن کا فاقہ تھا اور پیٹ پر پتھر بندھا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے دستِ مبارک سے پھاوڑا مارا تو چٹان ایک تودہ خاک تھی ❽ سلع کی پہاڑی کو پشت پر رکھ کر صف آرائی کی گئی۔ مستورات شہر کے محفوظ قلعوں میں بھیج دی گئیں اور چونکہ بنو قریظہ کے حملہ کا اندیشہ تھا اس لئے حضرت سلمہ بن اسلمؓ دو سو آدمیوں کے ساتھ متعین کئے گئے کہ اُدھر سے حملہ نہ ہونے پائے۔

## بنو قریظہ کی معاہدہ شکنی:

بنو قریظہ کے یہود اب تک الگ تھے۔ لیکن بنونضیر نے اُن کے ملا لینے کی کوشش کی۔ حی بن اخطب (حضرت صفیہؓ کا باپ) خود قریظہ کے سردار کعب بن اسد کے پاس گیا۔ اُس نے ملنے سے انکار کیا۔ حی نے کہا "میں فوجوں کا دریائے بیکراں لایا ہوں۔ قریش اور تمام عرب اُمڈ آیا ہے، اور ایک ایک محمد ﷺ کے خون کا پیاسا ہے۔ یہ موقع ہاتھ سے دینے کے قابل نہیں۔ اب اسلام کا خاتمہ ہے۔" کعب اب بھی راضی نہ تھا۔ اُس نے کہا "میں نے محمد ﷺ کو ہمیشہ صادق الوعد پایا، ان سے عہد شکنی کرنا خلافِ مروّت ہے۔" لیکن حی کا جادو رائیگاں نہیں جاسکتا تھا۔

آنحضرت ﷺ کو یہ حال معلوم ہوا تو تحقیق اور اتمام حجت کے لئے سعد بن معاذؓ اور حضرت سعد بن عبادہؓ کو بھیجا اور فرمادیا کہ اگر درحقیقت بنو قریظہ نے معاہدہ توڑ دیا ہے تو وہاں سے آکر اس خبر کو مبہم لفظوں میں بیان کرنا کہ لوگوں میں بے دلی نہ پھیلنے پائے۔ دونوں صاحبوں نے بنو قریظہ کو معاہدہ یاد دلایا تو اُنہوں نے کہا "ہم نہیں جانتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں اور معاہدہ کیا چیز ہے۔"

غرض بنو قریظہ نے اس بے شمار فوج میں اور اضافہ کردیا۔ قریش، یہود اور قبائل عرب کی دس ہزار فوجیں تین حصوں میں تقسیم ہوکر مدینہ کے تین طرف اس زور وشور سے حملہ آور ہوئیں کہ مدینہ کی زمین دہل گئی۔

اس معرکہ کی تصویر خود اللہ تعالیٰ نے کھینچی ہے:۔

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَ مِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَ اِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَ بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَ تَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا O هُنَالِكَ ابْتُلِیَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ زُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِیْدًا O (الاحزاب:10-11)

❼ ❽ صحیح بخاری غزوۂ احزاب۔

ترجمہ: جبکہ دشمن اوپر کی طرف اور نشیب کی طرف سے آپڑے اور جب آنکھیں ڈگمگنے لگیں اور کلیجے منہ میں آگئے اور تم خدا کی نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ تب مسلمانوں کی جانچ کا وقت آگیا اور وہ بڑے زور کے زلزلے میں ڈال دیئے گئے۔

## منافقین کی جنگ سے علیحدگی:

فوج اسلام میں منافقوں کی تعداد بھی شامل تھی۔ جو بظاہر مسلمانوں کے ساتھ تھے لیکن موسم کی سختی، رسد کی قلت، متواتر فاقے، راتوں کی بے خوابی، بے شمار فوجوں کا ہجوم ایسے واقعات تھے جنہوں نے ان کا پردہ فاش کردیا۔ آ آکر آنحضرت ﷺ سے اجازت مانگنی شروع کردی کہ ہمارے گھر محفوظ نہیں۔ ہم کو شہر میں واپس چلے جانے کی اجازت عنایت فرمادی جائے:

يَقُولُونَ اِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ ط وَ مَا هِيَ بِعَوْرَةٍ اِنْ يُّرِيدُونَ اِلَّا فِرَارًاO (الاحزاب:13)

ترجمہ: کہتے ہیں کہ ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں اور وہ کھلے نہیں بلکہ ان کو بھاگنا مقصود ہے۔

لیکن جان نثاران اسلام کا طلائے اخلاص اسی کسوٹی پر آزمانے کے قابل تھا:

وَ لَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُونَ الْاَحْزَابَ قَالُوا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُولُهٗ وَ صَدَقَ اللّٰهُ وَ رَسُولُهٗ وَ مَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيمَانًا وَّ تَسْلِيمًاO (الاحزاب:22)

ترجمہ: جب مسلمانوں نے قبائل کی فوجیں دیکھیں تو بول اُٹھے کہ یہ وہی ہے جس کا وعدہ خدا نے اور اس کے رسول ﷺ نے کیا تھا اور خدا اور اُس کا رسول ﷺ دونوں سچے تھے اور اس بات نے اُن کے یقین اور اطاعت کو اور بھی بڑھا دیا۔

قریباً ایک مہینہ تک اس سختی سے محاصرہ قائم رہا کہ آنحضرت ﷺ اور صحابہؓ پر تین تین فاقے گزر گئے۔ ایک دن صحابہؓ نے بیتاب ہوکر آنحضرت ﷺ کے سامنے اپنے شکم کھول کر دکھائے کہ پتھر بندھے ہیں لیکن جب آپ ﷺ نے شکم مبارک کھولا تو ایک کے بجائے دو پتھر تھے 9۔ محاصرہ اس قدر شدید اور پر خطر ہوگیا تھا کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے لوگوں سے خطاب کر کے فرمایا کہ کوئی ہے جو باہر نکل کر محاصرین کی خبر لائے؟ تین دفعہ آپ ﷺ نے یہ الفاظ فرمائے لیکن حضرت زبیرؓ کے سوا اور کوئی صدا نہیں آئی۔ آنحضرت ﷺ نے اسی موقع پر حضرت زبیرؓ کو حواری کا لقب دیا۔

محاصرین نے اُدھر تو خندق کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ ادھر دُوسری سمت اس غرض سے مدینہ پر حملہ کرنا چاہا کہ آنحضرت ﷺ اور صحابہؓ کے اہل وعیال یہیں قلعوں میں پناہ گزین تھے۔

محاصرین خندق کو عبور نہیں کر سکتے تھے، اس لئے دُور سے تیر اور پتھر برساتے تھے۔ آنحضرتؐ نے خندق کے مختلف حصوں پر فوجیں تقسیم کردی تھیں جو محاصرین کے حملوں کا مقابلہ کرتی تھیں۔ ایک حصہ خود آپؐ کے اہتمام میں تھا۔

## غطفان سے معاہدہ کرنے سے صحابہؓ کی نارضامندی:

محاصرہ کی سختی دیکھ کر آپ ﷺ کو خیال ہوا کہیں ایسا نہ ہو کہ انصار ہمت ہار جائیں۔ اس لئے آپ ﷺ نے غطفان سے اس شرط پر معاہدہ کرنا چاہا کہ مدینہ کی پیداوار کا ایک ثلث اُن کو دے دیا جائے۔ حضرت سعد بن عبادہؓ اور حضرت سعد بن معاذؓ کو جو رؤسائے انصار تھے، بلا کر مشورہ کیا۔ دونوں نے عرض کی کہ اگر یہ اللہ کا حکم ہے تو انکار کی مجال نہیں لیکن اگر رائے ہے تو یہ عرض ہے کہ کفر کی حالت میں بھی کوئی شخص ہم سے خراج مانگنے کی جرأت نہ کر سکا اور اب تو اسلام نے ہمارا پایہ بہت بلند کردیا ہے۔ یہ استقلال دیکھ کر آپ ﷺ کو اطمینان ہوا۔ حضرت سعدؓ نے معاہدہ کا کاغذ ہاتھ میں لے کر تمام عبارت مٹادی اور کہا کہ ان لوگوں سے جو بن آئے، کر دکھائیں۔

---

9 شمائل ترمذی، عرب کی عادت تھی کہ سخت بھوک میں پتھر باندھتے تھے جس سے کمر نہیں جھکنے پاتی تھی۔

## کفار کا مدینہ پر عام حملہ:

اب مشرکوں کی طرف سے حملہ کا یہ انتظام کیا گیا کہ قریش کے مشہور جنرل یعنی ابوسفیان، خالد بن ولید، عمرو بن العاص، ضرار بن الخطاب، جبیرہ کا ایک ایک دن مقرر ہوا۔ ہر جنرل اپنی باری کے دن پوری فوج کو لے کر لڑتا تھا۔ خندق کو عبور نہیں کر سکتے تھے لیکن خندق کا عرض چونکہ زیادہ نہ تھا اس لئے باہر سے پتھر اور تیر برساتے تھے۔

## حضرت علیؓ اور عمرو بن عبدِ وَدّ کی جنگ:

چونکہ اس طریقہ میں کامیابی نہیں ہوئی اس لئے قرار پایا کہ اب عام حملہ کیا جائے۔ تمام فوجیں یکجا ہوئیں۔ قبائل کے تمام سردار آگے آگے تھے۔ خندق ایک جگہ سے اتفاقاً کم عریض تھی۔ یہ موقع حملہ کے لئے انتخاب کیا گیا۔ عرب کے مشہور بہادروں یعنی ضرار، جبیرہ، نوفل، عمرو بن عبدوَدّ نے خندق کے اس کنارے سے گھوڑوں کو مہمیز کیا تو اُس پار تھے۔ ان میں سب سے زیادہ مشہور بہادر عمرو بن عبدِ وَدّ تھا۔ وہ ایک ہزار سواروں کے برابر مانا جاتا تھا۔ جنگ بدر میں زخمی ہو کر واپس چلا گیا تھا اور قسم کھائی تھی کہ جب تک انتقام نہ لوں گا بالوں میں تیل نہ ڈالوں گا۔ اس وقت اس کی عمر نوے برس کی تھی۔ تاہم سب سے پہلے وہی آگے بڑھا اور عرب کے دستور کے مطابق پکارا کہ مقابلہ کو کون آتا ہے۔ حضرت علیؓ نے اُٹھ کر کہا میں، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روکا کہ یہ عمرو بن عبدِ وَدّ ہے۔ حضرت علیؓ بیٹھ گئے۔ لیکن عمرو کی آواز کا اور کسی طرف سے جواب نہیں آتا تھا۔ عمرو دوبارہ پکارا اور پھر وہی صرف ایک صدا جواب میں تھی۔ تیسری دفعہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ عمرو ہے تو حضرت علیؓ نے عرض کی ہاں میں جانتا ہوں کہ یہ عمرو ہے۔ غرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی۔ خود دستِ مبارک سے تلوار عنایت کی، سر پر عمامہ باندھا۔

عمرو کا قول تھا کہ کوئی شخص دُنیا میں اگر مجھ سے تین باتوں کی درخواست کرے تو ایک ضرور قبول کروں گا۔ حضرت علیؓ نے عمرو سے پوچھا کہ کیا واقعی یہ تیرا قول ہے۔ پھر حسب ذیل گفتگو ہوئی:

حضرت علیؓ: میں درخواست کرتا ہوں کہ تو اسلام لا۔

عمرو: یہ نہیں ہو سکتا۔

حضرت علیؓ: لڑائی سے واپس چلا جا۔

عمرو: میں خاتونانِ قریش کا طعنہ نہیں سُن سکتا۔

حضرت علیؓ: مجھ سے معرکہ آرا ہو۔

عمرو ہنسا اور کہا مجھ کو اُمید نہ تھی کہ آسمان کے نیچے یہ درخواست بھی میرے سامنے پیش کی جائے گی۔ حضرت علیؓ پیادہ تھے۔ عمرو کی غیرت نے یہ گوارا نہ کیا۔ گھوڑے سے اُتر آیا اور پہلی تلوار گھوڑے کے پاؤں پر ماری کہ کونچیں کٹ گئیں۔ پھر پوچھا کہ تم کون ہو؟ آپ نے نام بتایا۔ اُس نے کہا میں تم سے لڑنا نہیں چاہتا۔ آپ نے فرمایا "ہاں! لیکن میں چاہتا ہوں۔" عمرو اب غصے سے بیتاب تھا۔ پر تلے سے تلوار نکالی اور آگے بڑھ کر وار کیا۔ حضرت علیؓ نے سپر پر روکا لیکن تلوار سپر میں ڈوب کر نکل آئی اور پیشانی پر لگی۔ گو زخم کاری نہ تھا تاہم یہ طغریٰ آپ کی پیشانی پر یادگار رہ گیا۔ قاموس میں لکھا ہے کہ حضرت علیؓ کو ذوالقرنین بھی کہتے تھے۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کی پیشانی پر دو زخموں کے نشان تھے۔ ایک عمرو کے ہاتھ کا اور ایک ابن ملجم کا۔ دشمن کا وار ہو چکا تو حضرت علیؓ نے وار کیا۔ اُن کی تلوار شانہ کاٹ کر نیچے اُتر آئی۔ ساتھ ہی حضرت علیؓ نے اللہ اکبر کا نعرہ مارا اور فتح کا اعلان ہو گیا۔ عمرو کے بعد ضرار اور جبیرہ نے حملہ کیا۔ لیکن جب ذوالفقار کا ہاتھ بڑھا تو پیچھے ہٹنا پڑا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے ضرار کا تعاقب کیا۔ ضرار نے مڑ کر برچھے کا وار کرنا چاہا لیکن روک لیا اور کہا "عمرؓ! اس احسان کو یاد رکھنا۔"

نوفل بھاگتے ہوئے خندق میں گرا۔ صحابہؓ نے تیر مارنے شروع کئے۔ اُس نے کہا "مسلمانو! میں شریفانہ موت چاہتا ہوں۔" حضرت علیؓ نے درخواست منظور کی اور خندق میں اُتر کر تلوار سے مارا کہ شریفوں کے شایان تھا۔

### نمازوں کا قضا ہونا:

حملہ کا یہ دن بڑا سخت تھا۔ تمام دن لڑائی رہی۔ کفار ہر طرف سے تیر اور پتھروں کا مینہ برسا رہے تھے اور ایک دم کے لئے یہ بارش تھمنے نہ پاتی تھی۔ یہی دن ہے جس کا ذکر احادیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کی متصل چار نمازیں قضا ہوئیں۔ متصل تیراندازی اور سنگ باری سے جگہ سے ہٹنا ناممکن تھا۔

### حضرت صفیہؓ کی بہادری:

مستورات جس قلعہ میں تھیں وہ بنو قریظہ کی آبادی سے متصل تھا۔ یہودیوں نے یہ دیکھ کر کہ تمام جمعیت آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہے قلعہ پر حملہ کیا۔ ایک یہودی قلعہ کے پھاٹک تک پہنچ گیا۔ وہ قلعہ پر حملہ کرنے کا موقع ڈھونڈ رہا تھا کہ حضرت صفیہؓ (آنحضرت ﷺ کی پھوپھی) نے دیکھ لیا۔ مستورات کی حفاظت کے لئے حضرت حسانؓ (شاعر) متعین کر دیئے گئے تھے۔ حضرت صفیہؓ نے اُن سے کہا کہ اُتر کر اس کو قتل کر دو ورنہ یہ جا کر دشمنوں کو پتہ دے گا۔ حضرت حسانؓ کو ایک عارضہ ہو گیا تھا جس نے اُن میں اس قدر جبن پیدا کر دیا تھا کہ وہ لڑائی کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اس بنا پر اپنی معذوری ظاہر کی اور کہا کہ میں اس کام کا ہوتا تو یہاں کیوں ہوتا۔ حضرت صفیہؓ نے خیمہ کی ایک چوب اُکھاڑ لی اور اُتر کر یہودی کے سر پر اس زور سے ماری کہ سر پھٹ گیا۔ حضرت صفیہؓ چلی آئیں اور حضرت حسانؓ سے کہا کہ ہتھیار اور کپڑے چھین لاؤ۔ حضرت حسانؓ نے کہا جانے بھی دیجئے مجھ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ حضرت صفیہؓ نے کہا اچھا جاؤ اس کا سر کاٹ کر قلعہ کے نیچے پھینک دو کہ یہودی مرعوب ہو جائیں۔ لیکن یہ خدمت بھی حضرت صفیہؓ ہی کو انجام دینا پڑی۔ یہودیوں کو یقین ہوا کہ قلعہ میں بھی کچھ فوج متعین ہے۔ اس خیال سے پھر اُنہوں نے حملہ کی جرأت نہ کی۔

### طوفان اور کفار کی شکست:

محاصرہ کو جس قدر طول ہوتا جاتا تھا، محاصرہ کرنے والے ہمت ہارتے جاتے تھے۔ دس ہزار آدمیوں کو رسد پہنچانا آسان کام نہ تھا۔ پھر باوجود سردی کے موسم کے، اس زور کی ہوا چلی کہ طوفان آگیا۔ خیموں کی طنابیں اُکھڑ اُکھڑ گئیں۔ کھانے کے دیگچے چولہوں پر اُلٹ اُلٹ جاتے تھے۔ اس واقعہ نے فوجوں سے بڑھ کر کام دیا۔ اسی بنا پر قرآن مجید نے اس بادِ صرصر کو عسکرِ الٰہی سے تعبیر کیا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا (الاحزاب:9)

مسلمانو! خدا کے اس احسان کو یاد کرو جب کہ تم پر فوجیں آپڑیں تو ہم نے اُن پر آندھی بھیجی اور فوجیں بھیجیں جو تم کو دکھائی نہیں دیتی تھیں۔

### حضرت نعیم بن مسعود اشجعیؓ کی تدبیر اور کفار میں پھوٹ:

نعیم بن مسعود اشجعیؓ ایک غطفانی رئیس تھے۔ قریش اور یہود دونوں اُن کو مانتے تھے۔ وہ اسلام لا چکے تھے لیکن کفار کو ابھی اس کا علم نہ تھا۔ اُنہوں نے قریش اور یہود سے الگ الگ جا کر اس قسم کی باتیں کیں جس سے دونوں میں پھوٹ پڑ گئی۔

ابن اسحٰق کی روایت ہے کہ نعیم نے اس تفرقہ اندازی میں دونوں سے (ایسی) باتیں کہیں جن سے دونوں ایک دوسرے سے بدگمان ہو جائیں اور اس بنا پر کہیں کہ خود آنحضرت ﷺ نے اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ کی تعلیم کی تھی۔ ابن اسحٰق کی روایت میں مذکور ہے کہ نعیم نے یہود سے کہا کہ قریش تو چار دن کے بعد یہاں سے چلے جائیں گے تمہارا اور مسلمانوں کا ہم وطنی کا ساتھ ہے۔ اس لئے تم کیوں بیچ میں پڑ کر ہمیشہ کے لئے لڑائی مول لیتے ہو۔ اور اگر اس پر آمادہ ہی ہو تو قریش سے کہو کہ وہ کچھ معزز آدمی ضمانت کے طور پر تمہارے ہاں بھجوا دیں کہ اگر قریش لڑائی کا فیصلہ کئے بغیر جانا چاہیں تو تم اُن لوگوں کو روک لینا۔

(یہود نے قریش سے یہی مطالبہ کیا جو انہوں نے رد کر دیا جس

سے اُن میں تفرقہ پیدا ہوگیا)

بہرحال موسم کی سختی، محاصرہ کا امتداد، آندھی کا زور، رسد کی قلت، یہود کی علیحدگی یہ تمام اسباب ایسے جمع ہوگئے تھے کہ قریش کے پائے ثبات اب ٹھہر نہیں سکتے تھے۔ ابوسفیان نے فوج سے کہا "رسد ختم ہوچکی، موسم کا یہ حال ہے، یہود نے ساتھ چھوڑ دیا، اب محاصرہ بے کار ہے۔" یہ کہہ کر طبلِ رحیل بجنے کا حکم دیا۔ غطفان بھی اسی کے ساتھ روانہ ہوگئے۔ بنو قریظہ محاصرہ چھوڑ کر اپنے قلعوں میں چلے آئے اور مدینہ کا افق بیس بائیس دن تک غبار آلود رہ کر صاف ہوگیا:

وَ رَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا وَ كَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ (الاحزاب:25)

اور خدا نے کافروں کو غصہ میں بھرا ہوا ہٹا دیا کہ اُن کو کچھ ہاتھ نہ آیا اور مسلمانوں کو لڑنے کی نوبت نہ آنے دی۔

اس معرکہ میں فوج اسلام کا جانی نقصان کم ہوا لیکن انصار کا سب سے بڑا بازو ٹوٹ گیا۔ یعنی حضرت سعد بن معاذؓ جو قبیلہ اوس کے سردار تھے، زخمی ہوئے اور پھر جانبر نہ ہوسکے۔ اُن کے زخم کھانے کا واقعہ مؤثر اور عبرت انگیز ہے۔

## حضرت سعد بن معاذؓ کی شہادت:

حضرت عائشہؓ جس قلعہ میں پناہ گزین تھیں حضرت سعد بن معاذؓ کی ماں بھی وہیں ان کے ساتھ تھیں۔ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ میں قلعہ سے نکل کر باہر پھر رہی تھی۔ عقب سے پاؤں کی آہٹ معلوم ہوئی۔ مڑ کر دیکھا تو سعدؓ ہاتھ میں حربہ لیے جوش کی حالت میں بڑی تیزی سے بڑھے جارہے ہیں اور یہ شعر زبان پر ہے:

لبّث قليلا تدرک الهيجا جمل
ذرا ٹھہر جانا کہ لڑائی میں ایک اور شخص پہنچ جائے
لاباس بالموت اذالموت نزل
جب وقت آگیا تو موت سے کیا ڈر ہے

حضرت سعدؓ کی ماں نے سنا تو پکاریں "بیٹا دوڑ کر جا تو نے دیر لگادی" سعدؓ کی زرہ اس قدر چھوٹی تھی کہ اُن کے دونوں ہاتھ باہر تھے۔ حضرت عائشہؓ نے سعدؓ کی ماں سے کہا "کاش سعدؓ کی زرہ لمبی ہوتی۔" اتفاق یہ کہ ابن العرقہ نے تاک کر کھلے ہوئے ہاتھ پر تیر مارا جس سے اکحل کی رگ کٹ گئی۔ خندق کا معرکہ ہوچکا تو آنحضرت ﷺ نے اُن کے لئے مسجد کے صحن میں ایک خیمہ کھڑا کرایا اور اُن کی تیمارداری شروع کی۔ اس لڑائی میں رفیدہ ایک خاتون شریک تھیں جو اپنے پاس دوائیں رکھتی تھیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں یہ خیمہ اُنہی کا تھا اور وہ علاج کی نگران تھیں۔ آنحضرت ﷺ نے خود اپنے دستِ مبارک میں مشقص لے کر داغا لیکن پھر ورم کر آیا دوبارہ داغا۔ لیکن پھر فائدہ نہ ہوا۔ کئی دن کے بعد یعنی بنو قریظہ کی ہلاکت کے بعد زخم کھل گیا اور اُنہوں نے وفات پائی۔

## دعائے مغفرت

1۔ خوشاب سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی عبدالماجد کی اہلیہ
2۔ سانگلہ ہل ننکانہ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی عبدالقیوم
3۔ ہری پور سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی حکیم نذیر احمد
4۔ ہری پور سے محمد عمر سکنہ ڈریناں کے والد محترم
5۔ شادی ہری پور سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی جاوید اختر
6۔ لاہور سے سلسلہ عالیہ کی ساتھی مہر اشہباز کی والدہ محترمہ
7۔ واہ کینٹ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی نصیر الحسن کی والدہ محترمہ
8۔ گوجرانوالہ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی عبدالرزاق کی والدہ محترمہ

وفات پاگئے ہیں۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست کی جاتی ہے۔

# من الظلمت الی النور

مولانا ابوبکر، گونڈہ انڈیا

**خاندانی پس منظر:** بنیادی طور پر ہم زمیندار ہیں۔ والد صاحب جنگل ٹھیکہ پر لے کر لکڑیاں کاٹ کر بیچا کرتے تھے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ تبلیغی جماعت سے بھی جڑے ہوئے تھے۔ والد صاحب کی خواہش تھی کہ اولاد دین کی تعلیم حاصل کرے، اس لئے انہوں نے مجھے مدرسہ فرقانیہ گونڈہ میں داخل کرا دیا۔ اساتذہ کی شفقت اور صحبت سے دل میں اللہ والوں کی صحبت سے فیض حاصل کرنے کا داعیہ پیدا ہوا

**تصوف کا آغاز:** طالب علمی میں حضرت مولانا ابرارالحق صاحبؒ ہردوئی جن کو سلسلۂ چشتیہ میں سند خلافت حضرت مولانا امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مولانا محمود الحسن جامیؒ سے عطا ہوئی تھی سے اصلاحی تعلق قائم ہوا۔ بعد میں حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندوی (جو یہ بھی مولانا محمود الحسن صاحبؒ کے خلیفہ تھے) کے مدرسے جامعہ ہتورا، ضلع باندہ، یوپی میں داخلہ لیا اور جلالین شریف وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔ یہیں پر حضرت سے سلسلۂ چشتیہ میں بیعت ہوا اس کے بعد دارالعلوم دیوبند میں دو سال تک موقوف علیہ اور دورۂ حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ اور فراغت کے بعد مدرسہ فرقانیہ گونڈہ میں تدریسی خدمت انجام دینے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اسی دوران عربی میں لکھنو یونیورسٹی سے ایم اے اور پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ دوران تدریس ہی تصوف کی کتابوں مثلاً مولانا ہردوئی کی قصد السبیل اور مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی اکثر کتب کا مطالعہ کیا۔ یہاں تک کہ حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح کا مطالعہ کیا تو پاس انفاس کا تذکرہ ان کی کتب میں پڑھنے کو ملا۔ جس سے خواہش پیدا ہوئی کہ پاس انفاس کا ذکر نصیب ہو جائے۔ لہٰذا ایسے مشائخ سے ملنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ اس دوران میرے شیخ مولانا صدیق احمد صاحب باندویؒ کا انتقال ہوگیا۔ اور دن بدن بے چینی بڑھتی گئی۔

**سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ سے نسبت:** اسی اثناء میں محمد یاسین بھائی جو مگہر، ضلع سنت کبیر نگر یوپی کے رہنے والے تھے سے ملاقات ہوئی۔ ان سے اپنی بے چینی کا اظہار کیا تو یاسین بھائی نے ڈاکٹر عبداللہ صاحب سے ملاقات کرائی۔ ڈاکٹر صاحب مگہر ضلع سنت کبیر نگر یوپی، انڈیا سے مہاجر ہو کر پشاور میں قیام پذیر تھے اور شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ، حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کی طرف سے مشرقی یوپی، انڈیا کے صاحب مجاز بنائے گئے تھے۔ انہوں نے پاس انفاس کا طریقۂ ذکر بتایا اور لطیفہ قلب کروایا۔ جس سے میری کیفیات میں تبدیلی ہوئی۔ اور دل کی آنکھیں کھل گئیں۔ انوارات محسوس ہوئے۔ اس کے بعد ہماری درخواست پر گونڈہ تشریف لائے۔ تین دن قیام کیا۔ کافی لوگ ان کے ذریعے سلسلے سے منسلک ہوئے۔ بالخصوص بھائی شعیب رضا صدیقی صاحب۔ ماسٹر محمد انیس صاحب، حاجی سکندر صاحب، ریحان صدیقی اور تقریباً 100 آدمی سلسلے میں داخل ہوئے اور ان کے ذریعے لوگوں کی اصلاح ہوئی۔ اگر یہ کہا جائے کہ لوگوں کی کایا پلٹ ہوگئی تو اس میں مبالغہ کی بات نہیں ہوگی کیونکہ نماز نہ پڑھنے والے اور شراب و کباب میں مست رہنے والے تہجد گزار بن گئے اور ان کے چہرے سنت نبوی سے مزین ہوگئے۔

چند سال قبل ڈاکٹر عبداللہ صاحب انڈیا جاتے ہوئے لاہور میں اچانک حرکت قلب بند ہونے سے وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو منور کرے۔

اسی دوران شیطان نے غفلت میں مبتلا کر دیا جس کی وجہ سے دعوت کے کام میں تساہل ہونے لگا۔ اور ساتھی بھی منتشر ہونے لگے۔ یہاں تک کہ لطائف کے انوارات بھی ماند پڑ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے نعمت غیر مترقبہ کے طور پر حضرت محمد مالک صاحب جو شیخ المکرم حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کے خلیفہ مجاز برائے ہند ہیں کو گونڈہ میں بھیج دیا۔ آپ یہاں تشریف لائے اور لطائف پر توجہ فرمائی تو انوارات دوبارہ شروع ہو گئے اور لطائف میں پختگی آنے لگی۔ نماز میں یکسوئی نصیب ہونے لگی۔ آگے مراقبات میں بھی ترقی نصیب ہوئی۔ ہر سال چنائے میں اجتماع پر حاضری ہوئی تو مسجد نبوی اور فناء بقاء کے مراقبات نصیب ہوئے۔ اس دوران بیشمار دنیاوی فوائد بھی دیکھنے میں آئے۔ مثال کے طور پر میرے چھوٹے بھائی محمد عثمان کسی مہلک بیماری میں مبتلا ہو گئے اور ڈاکٹر نے لا علاج کر دیا۔ مایوس ہو کر آخر ہم نے حضرت محمد مالک صاحب سے چنائے میں رابطہ کیا۔ انہوں نے حضرت شیخ المکرم مدظلہ العالی سے دار العرفان، منارہ، پاکستان رابطہ کیا۔ حضرت نے فرمایا۔ انشاء اللہ شفا ملے گی۔ چنانچہ اللہ کے فضل سے دس منٹ بعد ہی روبصحت ہونے لگے اور ایک ہفتہ میں گھر واپس آ گئے۔ اس سال حضرت محمد مالک صاحب کی معیت میں پاکستان میں حضرت شیخ المکرم کی خدمت میں حاضری نصیب ہوئی۔ الحمد للہ روحانی بیعت بھی ہوئی اور حضرت کی طرف سے خلافت بھی عطا ہوئی اور صاحب مجاز کی ڈیوٹی بھی تفویض ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اس ڈیوٹی کو کامل طور پر نبھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆☆☆☆☆☆

(صفحہ نمبر 14 سے آگے)

راستے کھلتے جائیں گے اور نعمتیں بڑھتی جائیں گی اللہ کی یاد بھولی تو کچھ بھی نہیں۔ پھر عبادات میں بھی دنیا کا دخل ہو جائے گا، مسجدوں میں بھی دنیا آ جائے گی، دین کے تصور میں بھی دنیا داخل ہو جائے گی۔ ایسے لوگ دین کو بھی دنیا کمانے کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔ آپ دیکھتے ہیں ہر طرف یہ عام ہے۔ اللہ کریم مہربانی فرمائے۔ یہ اللہ کا کرم اور اس کا احسان ہے کہ اس نے یہ عشرہ تو الحمد للہ اپنی رحمت کے سائے میں اس طرح سے گزارنے کی توفیق عطا فرمائی جیسے بندہ جنت میں رہے گا۔ تمام فکروں سے آزاد، تمام تکلیفوں سے دور۔ الحمد للہ! احباب کو دنیوی تکلیف نہیں ہوئی، صحت برقرار رہی، سارے صحت مند رہے، ٹھیک رہے۔

اللہ کریم ہمیشہ اپنے ذکر کی توفیق دے اور بندہ خود کو ہمیشہ اسی حال میں رکھے اور اسی یاد کو لے کر قبر میں جائے اور اسی یاد کو لے کر حشر میں اُٹھے۔ یہ اللہ کریم کا انعام ہے۔ دعا کیا کریں اپنے لئے بھی، اپنوں کے لئے بھی، میرے لئے بھی، ساتھیوں کے لئے بھی مؤمن کا مومن پر حق ہے۔ سب ایک دوسرے کے لئے دعا کریں۔ اللہ کریم سے اس کی سلامتی اور ترقی درجات کی درخواست کریں محتاط رہیے جہاں کوئی مال ہوتا ہے وہیں چور بھی آتے ہیں۔ جہاں اللہ کی یاد ہوتی ہے شیطان بھی وہاں زیادہ کوشش کرتا ہے، نفس کو بھی ساتھ ملا لیتا ہے۔ یہ ساری کشمکش زندگی کا حصہ ہے لیکن اللہ کی یاد میں رہیں، اللہ کے ساتھ رہیں۔ معیت باری نصیب ہو تو کچھ نہیں بگڑتا۔ اللہ بہترین محافظ ہیں اور بہترین کرم کرنے والے ہیں۔ شیطان کو بھی بتا دیا تھا۔ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰن (الحجر:42) میرے بندوں پر تیرا کوئی بس نہیں چلے گا اور شیطان نے بھی کہا تھا اِلَّا عِبَادَکَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ (الحجر:40) تیرے خاص اور مخلص بندوں کے علاوہ تو میں کسی کو نہیں چھوڑوں گا تو اللہ یہ اخلاص نصیب فرمائے، اپنی یاد نصیب فرمائے اور اسی دولت کے ساتھ آخرت کے گھر میں جانا نصیب فرمائے۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

گزشتہ سے پیوستہ

# حقوق والدین

مولانا عاشق الٰہی بلند شہری کی کتاب "حقوق والدین" سے مرتب کیا گیا

## حدیث مبارکہ نمبر 27

**ترجمہ:۔** حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے سب اعمال ختم ہوجاتے ہیں لیکن تین چیزوں کا نفع پہنچتا رہتا ہے (۱) صدقہ جاریہ (۲) ایسا علم جس سے لوگ نفع حاصل کرتے ہوں (۳) نیک اولاد جو اس کے لئے دُعا کرتی ہو" مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۲ از مسلم شریف"

**تشریح:۔** جب تک آدمی زندہ رہتا ہے خود نیکیاں کماتا ہے اور اپنے لئے آخرت میں ذخیرہ جمع کرتا رہتا ہے۔ لیکن جب موت آجاتی ہے تو اعمال ختم ہوجاتے ہیں اور ثواب جاری رہنے کا سلسلہ بھی ختم ہوجاتا ہے البتہ تین چیزیں ایسی ہیں جو اس کے عمل کا نتیجہ ہیں، اور ان کا ثواب موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔

**اول:۔** صدقہ جاریہ کا ثواب برابر جاری رہتا ہے، صدقہ جاریہ اُس کو کہتے ہیں جس کا نفع وقتی طور پر ختم نہ ہوجائے، بلکہ اس سے لوگ منتفع ہوتے رہیں، اور صدقہ کرنے والے کو ثواب ملتا رہے۔ مثلاً کوئی مسجد بنوادی، دینی مدرسہ کی تعمیر میں حصہ لے لیا، کسی دارالعلوم میں تفسیر وحدیث اور فقہ وفتاوٰی کی کتابیں وقف کردیں، کہیں کنواں کھدوا دیا، مسافر خانہ بنوادیا، یا کوئی ایسا کام کردیا جس سے عوام وخواص کو نفع ہوتا رہے، ایک آدمی اس طرح کے کسی کام میں پیسہ خرچ کرکے جن کا ذکر اوپر ہوا قبر میں چلا گیا، لوگ اس کے صدقہ وخیرات سے منتفع ہورہے ہیں، اور اس کے نامہ اعمال میں برابر ثواب لکھا جارہا ہے، اور درجات بلند ہورہے ہیں، جہاں تک ہو زندگی میں کوئی ایسا کام ضرور کردینا چاہیئے۔

**دوئم:۔** وہ علم جس کا نفع اُٹھایا جاتا ہو، یہ بھی وہ چیز ہے جس کا ثواب موت کے بعد جاری رہتا ہے، کسی کو قرآن مجید حفظ یا ناظرہ پڑھا دیا، کسی کو نماز سکھادی، کسی کو مولوی بنادیا، کوئی دینی کتاب لکھ دی، یا اپنے پیسہ سے شائع کردی، یہ علمی صدقہ جاریہ ہے، قرآن پڑھنے والا جب تک قرآن مجید پڑھے گا یا پڑھائے گا پھر اس کے شاگرد اور شاگردوں کے شاگرد پڑھائیں گے، مولوی صاحب تفسیر وحدیث پڑھائیں گے مسئلہ بتائیں گے، لوگ اُن سے مستفید ہوں گے اور آگے اُن کے شاگرد اور شاگردوں کے شاگرد علم پھیلائیں گے، جس کو نماز سکھادی وہ نماز پڑھتا رہے گا، اور دوسروں کو سکھائے گا، تو اس کا ثواب صدیوں تک اُس شخص کو ملتا رہے گا، جس نے دینی علم کو آگے بڑھایا یا آگے بڑھانے کا ذریعہ بن گیا، جتنے لوگ اِس کا ذریعہ اور واسطہ بنتے جائیں گے اُن سب کو ثواب ملتا رہے گا، اور کسی کے ثواب میں کمی نہ ہوگی،

**سوئم:۔** نیک اولاد جو دعا کرتی ہو اُس کی دُعا کا فائدہ بھی والدین کو پہنچتا رہتا ہے، دُعا میں تو کچھ جان ومال خرچ نہیں ہوتا، وقتاً فوقتاً اگر والدین کے لئے دُعائے مغفرت اور دُعائے رفع درجات کردی جائے تو والدین کو بہت بڑا نفع پہنچتا رہے گا، اور اولاد کا کچھ بھی خرچ نہ ہوگا اولاد کی پیدائش کا ذریعہ بننا اور اُس کو پالنا پوسنا چونکہ والدین کا عمل ہے، اور والدین کے پرورش کرنے کے بعد اولاد دُعا کے قابل ہوئی،

اِس لئے دُعا کو بھی مرنے والے کے اعمال میں شمار کر لیا گیا، اور صدقہ جاریہ قرار دے دیا گیا۔ اگر اولاد کو محنت اور کوشش کر کے نیکی پر ڈال دے تو وہ جو نیک اعمال کرے گی اُن کا ثواب بھی ماں باپ کو ملے گا، اور اولاد کے ثواب میں کچھ بھی کمی نہ ہوگی، اولاد کے علاوہ جو بھی کوئی شخص کسی کے لئے دُعا کرے گا اِس کا نفع پہنچے گا، لیکن اولاد کا خصوصی ذکر اِس لئے فرمایا کہ اولاد کو اِس قابل بنانے میں ماں باپ کی محنت اور کوشش کو دخل ہے، اِس لئے اولاد کی دُعا اُنہی کے اعمال میں شمار کی گئی،

## ماں باپ کے لئے دُعا اور استغفار کرنے کی وجہ سے نافرمان اولاد کو فرمان بردار لکھ دیا جاتا ہے،

### حدیثِ مبارکہ نمبر 28

ترجمہ:۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ (ایسا بھی ہوتا ہے) کہ بندہ کے ماں باپ وفات پا جاتے ہیں یا دونوں میں سے ایک فوت ہو جاتا ہے اِس حال میں کہ یہ شخص اُن کی زندگی میں اُن کی نافرمانی کرتا رہا اور ستاتا رہا، اب موت کے بعد اُن کے لئے دُعا کرتا رہتا ہے اور اُن کے لئے، استغفار کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ جلّ شانہٗ اُس کے ماں باپ کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنے والوں میں لکھ دیتے ہیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۲۱ از بیہقی شریف)

## ماں باپ کے لئے دُعائے مغفرت کرنے سے اُن کے دَرجات بلند ہوتے ہیں،

### حدیثِ مبارکہ نمبر 29

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ بلاشبہ اللہ جلّ شانہٗ جنت میں نیک بندہ کا درجہ بلند فرما دیتے ہیں، وہ عرض کرتا ہے کہ اے رب! یہ درجہ مجھے کہاں سے ملا ہے؟ اللہ جلّ شانہٗ کا ارشاد ہوتا ہے کہ تیری اولاد نے جو تیرے لئے مغفرت کی دُعا کی یہ اُس کی وجہ سے ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۰۵ از مسندِ احمد شریف)

تشریح:۔ ان روایات سے معلوم ہوا کہ ماں باپ کے لئے دُعا کرنا بہت بڑا حُسنِ سلوک ہے، اور یہ حُسنِ سلوک ایسا ہے کہ جو موت کے بعد بھی جاری رکھا جا سکتا ہے، کم سے کم ہر فرض نماز کے بعد ماں باپ کے لئے دُعا کر دیا کرے اِس میں کچھ خرچ بھی نہیں ہوتا، اور اُن کو بہت فائدہ پہنچ جاتا ہے،

استغفار، یعنی گناہوں کی بخشش کی دُعا بہت مبارک اور مفید عمل ہے اس سے گناہ بھی معاف ہوتے ہیں اور عبادات میں جو کوتاہی ہو جائے اس کی بھی تلافی ہوتی رہتی ہے، دینی و دُنیاوی مُشکلات حل ہوتی ہیں اور پریشانیاں دُور ہوتی ہیں، والدین اور اساتذہ اور مشائخ جو دُنیا سے چلے گئے اُن کے لئے استغفار کیا جائے تو اُن کے لئے نفع عظیم کا باعث ہے،

حدیث مبارکہ نمبر ۲۹ سے معلوم ہوا کہ اللہ جلّ شانہٗ نیک بندہ کا جنت میں درجہ بلند فرما دیتے ہیں، تو وہ تعجب سے پوچھتا ہے کہ اے ربّ یہ درجہ مجھے کہاں سے ملا ہے؟ جواب میں ارشاد ہوتا ہے کہ تیری اولاد نے جو تیرے لئے استغفار کیا اِس کی وجہ سے تیرا یہ درجہ بلند ہوا، ایک اور حدیثِ مبارکہ میں ارشاد ہے بلاشبہ اللہ جلّ شانہٗ قبر والوں پر زمین والوں کی دُعا کی وجہ سے پہاڑوں کے برابر (رحمت و مغفرت) داخل فرماتے ہیں، اور بے شک مُردوں کے لئے زندہ کا ھدیہ یہ ہے کہ اُن کے لئے استغفار کریں، (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۰۶، از بیہقی فی شعب الایمان)

ماں باپ کے لئے استغفار کرتے رہنے کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ اگر زندگی میں اُن کو ستاتا رہا تو استغفار کرتے رہنے کی وجہ سے حُسنِ سلوک کرنے والوں میں لکھ دیا جائے گا، اور اگر اُن کے حقوق میں کوتاہی اور غفلت ہوگئی ہوگی تو اُس کی تلافی ہو جائے گی،

تنبیہ:۔ ماں باپ کی قبر پر بھی جاتے رہنا چاہیے وہاں جا کر

عبرت حاصل کرے اور موت کو یاد کرے، اور قبر کے حالات کا مراقبہ کرے، اور والدین کے لئے کچھ نہ کچھ پڑھ کر ایصالِ ثواب کرے، البتہ عورت کو قبرستان میں جانے سے روکنا چاہئے، اور مرد بھی بدعتوں سے اور شرکیہ کاموں سے بالکل پرہیز کریں، ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جس نے ہر جمعہ کو اپنے والدین کی یا دونوں میں سے ایک کی قبر کی زیارت کی تو اس کی مغفرت کر دی جائے گی، اور ماں باپ کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنے والوں میں لکھ دیا جائے گا، (در منثور ص ۱۷۴ ج ۴ از بیہقی و ابن ابی الدنیا)

## ماں باپ کی طرف سے صدقہ کرنا

## حدیثِ مبارکہ نمبر 30

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضورِ اقدس ﷺ سے عرض کیا کہ یا رُسولُ اللہ ﷺ بیشک میری والدہ کی وفات ہوگئی ہے اور اُس نے (صدقہ وخیرات کی) وصیت نہیں کی، اگر میں اُس کی طرف سے صدقہ کر دوں تو کیا اُس کو نفع دے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں، (الادب المفرد للبخاری شریف، ص ۲۱)

تشریح:۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہٗ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ میری والدہ کی وفات ہوگئی (اُن کی طرف سے صدقہ کرنا چاہتا ہوں تو ارشاد فرمایئے) کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا پانی (کا صدقہ کر دینا افضل ہے) لہٰذا حضرت سعدؓ نے ایک کنواں کھود دیا اور ایصالِ ثواب کے لئے وقف کر کے فرمایا کہ سعدؓ کی ماں لئے ہے (عن ابی داؤد، ص ۱۲۹) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک شخص نے حضورِ اقدس ﷺ سے عرض کیا کہ میری والدہ کا اچانک انتقال ہوگیا ہے، اور میرا خیال ہے کہ اگر (اس کو بولنے کا موقع ملتا اور) بات کرتی تو صدقہ کر دیتی، تو کیا اُس کا ثواب ملے گا اگر میں اُس کی طرف صدقہ کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں (اس کا ثواب ملے گا) مشکوٰۃ ص ۱۷۱، از بخاری و مسلم شریف)

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ والدین کی طرف سے صدقہ کر کے ثواب پہنچاتے رہنا چاہئے، اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی روایت سے معلوم ہوا کہ مستقل طور پر پانی کا انتظام کر دینا افضل ہے کیوں کہ پانی ساری مخلوق کے کام آتا ہے، اور اس سے طرح طرح کی دنیاوی حاجتیں اور دینی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں، اس لئے حضرت سعد رضی اللہ عنہٗ نے کنواں کھود کر والدہ کے لئے ایصالِ ثواب کے لئے وقف کر دیا، اور اپنی والدہ کے لئے صدقہ جاریہ کا مستقل انتظام کر کے ثوابِ عظیم کا ذریعہ بن گئے، پہلے زمانہ میں کنویں کی اہمیت بہت تھی، اور دیہات وقصبات اور جنگلوں میں اب بھی اس کی بہت ضرورت رہتی ہے، اور شہروں میں سرکاری نلوں سے پانی ملتا ہے پس اگر کوئی شخص کسی مسجد یا مدرسہ یا مسافر خانہ میں پانی کی ٹنکی بنوا دے یا نل لگوا دے یا پانی کا بل ادا کرنے کا انتظام کر دے تو یہ بھی پانی کے صدقہ میں شمار ہوگا، اور بہت بڑے ثواب کا باعث ہوگا، بلکہ شہروں میں بھی خصوصاً مساجد و مدارس میں اب بھی کنواں کھدوا دینا مناسب ہے سرکاری نل خراب ہو جاتے ہیں، یا پانی کی قلت ہو جاتی ہے تو ان کنوؤں سے کام چلتا ہے، اگر مساجد و مدارس اور عام گذرگاہوں پر ہاتھ سے پانی نکالنے والا نل لگوا دیا جائے تو یہ بہت بہتر ہے اس سے پانی لینے کے لئے ڈول رسّی کی ضرورت نہیں ہوتی ہے،

تنبیہ: اگر ماں باپ پر قرض ہو اور انہوں نے اِس کے لئے جائداد چھوڑی ہو تو ان کا قرضہ ادا کرنا فرض ہے، اگرچہ وارثوں کے لئے ایک پیسہ بھی نہ بچے، قرضدار نے وصیت کی ہو، یا نہ کی ہو، اگر وصیت کی ہو تو اس کی فرضیت اور زیادہ مؤکد ہو جائے گی، اگر ماں باپ نے مال نہ چھوڑا ہو تب بھی اولاد کو چاہئے کہ ماں باپ کا قرضہ ادا کر دے، یہ بہت بڑا حُسنِ سلوک ہے، کہ آخرت کے مواخذہ سے ان کی جان چھڑا دی

جائے، بلکہ اُن کی طرف سے قرضہ ادا کردینا اُن کی طرف سے صدقہ کر دینے سے افضل ہے،

حضرت امام اوزاعیؒ نے فرمایا کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ جس نے زندگی میں اپنے ماں باپ کو ستایا، پھر ان کی طرف سے قرضہ ادا کردیا، جو اُن کے ذمہ تھا، اور اُن کے لئے مغفرت کی دُعا کی، اور اُن کی طرفداری کرتے ہوئے کسی کو گالی نہ دی، تو اُس کو حُسنِ سلوک کرنے والوں میں لکھ دیا جائے گا، اور جس نے زندگی میں ماں باپ کے ساتھ حُسنِ سلوک کیا، پھر وہ قرض ادا نہ کیا جو اُن کے ذمہ تھا، اور اُن کے لئے استغفار نہ کیا اور اُن کی طرفداری میں گالی گلوچ کا کام کیا تو والدین کو ستانے والا لکھ دیا جائے گا۔ (درمنثور، ص ۱۷۴ج ۴)

## ماں باپ کی طرف سے حج یا عمرہ کرنا

### حدیث مبارکہ نمبر 31

ترجمہ:۔ حضرت ابورزین عقیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ میرے والد بہت بوڑھے آدمی ہیں، جو حج یا عمرہ کرنے کی طاقت اور قوت نہیں رکھتے، اور نہ سفر کرسکتے ہیں، (اگر میں اُن کی جانب سے حج کرلوں تو اِس بارے میں کیا ارشاد ہے؟ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے باپ کی طرف سے حج کرو یا عمرہ کرو)۔ (مشکوۃ المصابیح، ص ۲۲۲، از ترمذی، ابوداؤد، نسائی شریف)

### حدیثِ مبارکہ نمبر 32

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہء بنی خثعمؓ کی ایک عورت نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا فرض جو اُس کے بندوں پر حج سے متعلق ہے اُس نے میرے والد کو اس حال میں پایا ہے کہ وہ بہت بوڑھے ہیں، جو سواری پر پوری طرح نہیں بیٹھ سکتے، کیا میں اُن کی طرف سے حج کرلوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں (اُن کی طرف سے حج کرلو) یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے، (مشکوۃ المصابیح، ص ۲۲۲ از بخاری و مسلم شریف)

تشریح:۔ ان دونوں حدیثوں سے ماں باپ کی طرف سے حج بدل کرنے کی اہمیت اور فضیلت معلوم ہوئی، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح دوسرے کی جانب سے حجِ بدل کرسکتا ہے اسی طرح عمرہ بھی بدلہ میں ادا کیا جاسکتا ہے،

نیز حدیثِ مبارکہ نمبر ۳۲ سے معلوم ہوا کہ عورت مرد کی طرف سے حج کرسکتی ہے (اور جب عورت مرد کی طرف سے حج کرسکتی ہے جو ضعیف ہے تو مرد بطریق اولیٰ عورت کی طرف سے حج کرسکتا ہے) ان دونوں حدیثوں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس کی طرف سے حج یا عمرہ کیا جائے اس کا میت ہونا ضروری نہیں ہے، بلکہ زندہ کی طرف سے بھی حج اور عمرہ ہوسکتا ہے، بدلہ میں جو حج یا عمرہ کیا جائے اس میں صرف اتنی بات زیادہ ہوتی ہے کہ احرام باندھتے وقت اس کی جانب سے حج یا عمرہ ادا کرنے کی نیت کرلیتے ہیں، جس کی طرف سے حج یا عمرہ کرنا ہے، باقی سب اعمال اسی طرح ادا ہوتے ہیں، جن حضرات کو بار بار سرزمین حجاز میں آنا ہوتا ہے، یا مستقل طور پر یہاں مُقیم ہیں اُن کے لئے تو بہت آسانی ہے، کہ اپنا حج فرض ادا کرکے والدین کی طرف سے حج کریں بلکہ متعدّد بار اُن کی طرف سے حجِ بدل کرسکتے ہیں، اسی طرح اُن کی طرف سے بہت سے عمرے بھی ادا کرسکتے ہیں، نفلی طور پر کسی کی طرف سے حج یا عمرہ کرنے کے لئے نہ وکیل بنانے کی ضرورت ہے، نہ اجازت لینے کی، نہ اِن کو اطلاع دینے کی، البتہ اگر زندہ ہوں تو اُن کو اطلاع دینا بہتر ہے تاکہ اُن کا دل خوش ہو اور دُعائیں دیں،

اگر ماں باپ میں سے کسی پر حج فرض ہوا تھا جو کسی وجہ سے زندگی میں ادا نہ کرسکے اور اولاد کو وصیّت کی کہ ہمارے مال سے ہماری طرف سے حج کرلینا یا کسی سے حج کرادینا، تو اولاد پر یا جس کے قبضہ

میں مال ہو اُس پر فرض ہوگا کہ اُن کے فرض کی ادائیگی کے لئے حج بدل کرادیں، لیکن یہ وصیّت میّت کے کفن دفن کے اخراجات اور ادائے قرضہ جات کے بعد جو مال بچے اُس کے تہائی حصّہ میں نافذ ہوگی، باقی دو ۲ تہائی وارثوں پر تقسیم ہوگا، اگر تہائی حصّہ میں اخراجات پورے نہ ہوسکیں، اور بالغ وارث اپنے میراث کے حصّہ سے مزید دے کر حجِ بدل کرادیں تو بہت بڑی سعادت کی بات ہے، اگر یہ لوگ مزید مال نہ ملائیں تو اصول کے مطابق وصیّت نافذ کرنے کے لئے جس قدر رقم میّت کے مال سے علیحدہ کی جاسکتی ہے (جس کا اوپر ذکر ہوا) اس رقم کو خرچ کرنے سے جہاں سے آدمی بھیج کر حج ہوسکتا ہو وہاں سے حج کرادیں، جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا وصیّت صرف ترکہ کے ۳/۱ حصّہ میں نافذ ہوسکتی ہے، حجِ بدل کی وصیت ہو یا صدقہ خیرات کرنے کی یا کسی غیر وارث کو کچھ مال و جائداد دینے کی یا مختلف مواقع میں خرچ کرنے کی، بہر حال ۱/ ۳ میں نافذ کی جائے گی، میراث پانے والے رشتہ دار یا وہ لوگ جن کے قبضہ میں وصیّت کرنے والے کا مال ہو اگر اس کا ۱/ ۳ وصیّت کے مطابق خرچ نہ کریں گے اور مال خود دبالیں گے یا وصیّت کے خلاف کسی کام میں خرچ کردیں گے تو ان کا یہ فعل حرام ہوگا، اور حرام کھانے اور حرام مال اپنے کام میں لانے کے گنہگار ہوں گے،

بہت سے لوگ ماں باپ کی وصیّت کے باوجود اُن کی طرف سے حج نہیں کراتے اور سارا مال سمیٹ لیتے ہیں، یہ بالکل حرام ہے، اور بعض لوگ مکہ میں کسی معلّم کو حجِ بدل کے نام سے سو دو سو ریال دے کر اپنے نفس کو فریب میں مبتلا کردیتے ہیں کہ ہم نے ماں باپ کی طرف سے وصیّت کے مطابق حج فرض ادا کرادیا ایسا کرنے سے وصیّت پوری نہیں ہوتی اور یہ احتمال باقی رہتا ہے کہ میّت کی طرف سے کسی نے حج کیا ہی نہ ہو، اہل تجربہ نے بتایا ہے معلّمین حضرات دو چار سو ریال میں تنہا ایک شخص کی جانب سے حج نہیں کراتے، معلوم ہوا ہے کہ بہت سے لوگ جو تھوڑی بہت رقم حج بدل کے نام سے دیتے ہیں، اس سب کو جمع کرکے کسی ایک شخص سے حج کرادیتے ہیں اور اُس سے کہتے ہیں کہ ان سب کو ثواب پہنچادے، اس طرح کسی کا بھی حجِ بدل کا فرض ادا نہیں ہوتا، خوب سمجھ لیں، جس شخص پر حج فرض ہوا اور وہ زندگی میں حج نہ کرسکا، اور اُس نے حجِ بدل کی وصیّت کی تو اُس کی جانب سے اس کے شہری بستی سے جس میں وہ رہتا تھا کسی کو حجِ بدل کے لئے روانہ کرنا ضروری ہے، یعنی سفر کی ابتداء وہیں سے ہو جہاں سے مرحوم حج کے لئے روانہ ہوتا، اور اسی سے میقات ہوتی، جب ترکہ کا ۲/ ۳ شریعت نے وارثوں کے لئے اس طرح مخصوص کردیا کہ ۱/ ۳ سے زائد کی وصیّت بھی مرحوم کی نافذ نہیں ہوسکتی (اِلّا یہ کہ ورثہ اجازت دیں) تو انصاف کا تقاضا ہے کہ جس نے ترکہ میں مال چھوڑا ہے اس کی وصیّت سے زیادہ خرچ نہیں کرتے تو ۱/ ۳ کے اندر تو اس کی وصیّت نافذ کرہی دیں، اگر ماں باپ پر حج فرض تھا لیکن کسی وجہ سے انہوں نے حج نہیں کیا اور حج بدل کی وصیّت بھی نہیں کی تب بھی اُن کی طرف سے اولاد کو اپنا حجِ فرض ادا کرنے کے بعد خود اُن کی طرف سے حجِ بدل کرلینا چاہئے یا کسی دوسرے کو بھیج کر حج کرا دیں، اللہ جلّ شانہٗ سے اُمید ہے کہ ایسا کرنے سے ان کا حجِ فرض قبول فرمالیں گے اور یہ اولاد کا ماں باپ کے ساتھ بڑا حُسنِ سلوک ہوگا، اور بہترین صلہ رحمی ہوگی، اگر ماں باپ پر حج فرض نہ ہوا تھا اور اللہ نے اولاد کو مال دے دیا تب بھی اپنا حجِ فرض ادا کرکے ماں باپ کی طرف سے حج بدل کرلینا یا کسی دوسرے سے حج کرادینا افضل ہے، دنیا چند روزہ ہے اور مال بھی ہمیشہ پاس نہیں رہتا، نیکی کا جو موقعہ ہاتھ آئے کر گذریں، آخرت کے معاملہ میں کنجوسی کرنا بڑی بیوقوفی ہے، ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ ایک حج بدل کی وجہ سے تین شخصوں کو جنّت میں داخل فرماتے ہیں، (۱) میّت (جس کی طرف سے حج کرایا جائے (باقی صفحہ 49 پر

خواتین کا صفحہ

# اُم المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بنت حارث

ام فاران، راولپنڈی

آپ رضی اللہ عنہا کا نام میمونہؓ تھا۔ (بعض روایات کے مطابق اصل نام بَرّہ تھا۔ نکاح کے بعد حضورﷺ نے میمونہ رکھا (تذکارِ صحابیات)) قریش کی ایک شاخ، قبیلہ قیس بن عیلان سے تھیں۔

سلسلۂ نسب: میمونہ بنتِ حارث بن حزن بن بجیر بن ہزم روَیبہ بن عبد اللہ بن ہلال بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن خصیفۃ بن قیس بن عیلان بن مضر۔

والدہ کا نام: ہند بنتِ عوف بن زہیر بن حارث بن حماطۃ بن جرش تھا اور ان کا تعلق قبیلہ حمیر سے تھا۔

پہلا نکاح: پہلا نکاح مسعود بن عمر بن عمیر ثقفی سے ہوا (زرقانی، ج3، ص288) انہوں نے کسی وجہ سے طلاق دے دی۔ پھر ابورہم بن عبدالعزیٰ کے نکاح میں آئیں۔ انہوں نے 7 ہجری میں وفات پائی اور حضرت میمونہؓ بیوہ ہوگئیں۔

حضور اکرمﷺ سے نکاح: اسی سال حضورﷺ عمرہ کی نیت سے مکہ روانہ ہوئے تو آپﷺ کے عمِ محترم حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب نے حضرت میمونہؓ سے نکاح کر لینے کی تحریک کی۔ حضورﷺ رضامند ہو گئے چنانچہ حالتِ احرام میں ہی شوال 7 ہجری میں 500 درہم حق مہر پر حضورﷺ نے حضرت میمونہؓ سے نکاح فرمایا۔ (بخاری، ج 2، ص 611) حضرت عباسؓ نکاح کے متولی ہوئے (نسائی، ص512) آنحضرت عمرہ سے فارغ ہوئے تو مدینہ کے راستے پہ مکہ سے دس میل دور سرف کے مقام پر قیام فرمایا۔ (تہذیب، ص453، ج12) ابورافعؓ، حضورﷺ کے غلام حضرت میمونہؓ کو لے کر سرف پہنچے اور یہیں رسم عروسی ادا ہوئی (ابنِ سعد، ص89، ج2)

آنحضرتﷺ کا آخری نکاح: یہ آنحضرتﷺ کا آخری نکاح تھا۔ (ذیل المذیل طبری، ص2453، ج13)

گویا حضرت میمونہؓ حضورﷺ کی آخری زوجہ محترمہ تھیں اور ان سے نکاح کے بعد حضورﷺ نے اپنی وفات تک کوئی نکاح نہیں فرمایا۔

## عام حالات:

پرہیز گاری: حضرت میمونہؓ نہایت خداترس اور متقی تھیں۔

حضرت عائشہؓ نے ان کے متعلق فرمایا:

''میمونہؓ ہم سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والی اور صلہ رحمی کا خیال رکھنے والی تھیں۔ (اصابہ، ج8، ص192، بحوالہ ابن سعد)

### لونڈی کی آزادی:

حضرت میمونہؓ کو غلام آزاد کرنے کا بہت شوق تھا۔ ایک مرتبہ ایک لونڈی کو آزاد کیا تو آنحضرتﷺ نے فرمایا: ''اللہ تم کو اجر دے۔'' (مسند، ص332)

### فیاضی و دریا دلی:

حضرت میمونہؓ بہت مخیر اور فیاض تھیں اس لئے وقتاً فوقتاً قرض لینے کی نوبت آجاتی۔ ایک دفعہ بہت رقم قرض لے لی۔ کسی نے پوچھا اتنی رقم کی واپسی کی کیا صورت ہوگی؟ فرمایا: ''میں نے حضورﷺ سے سنا

ہے جو شخص قرض ادا کرنے کی نیت رکھتا ہو اللہ اس کا قرض ادا کرنے کے اسباب مہیا کر دیتا ہے۔" (مسند احمد، ص 332)

## احکامِ نبوی ﷺ کی تکمیل:

احکامِ نبوی ﷺ کی تکمیل ہر وقت ان کے پیشِ نظر رہتی۔ ایک دفعہ ان کی کنیز بدایہ، ابن عباسؓ کے گھر گئی تو دیکھا کہ میاں بیوی کے بچھونے دور دور بچھے ہیں۔ خیال ہوا شاید کچھ رنجش ہے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ ابنِ عباسؓ بیوی کے ایام کے زمانہ میں اپنا بستر الگ کر لیتے ہیں۔ اس نے آ کر حضرت میمونہؓ سے بیان کیا تو انہوں نے فرمایا، اُن سے جا کر کہو رسول ﷺ اللہ کے طریقے سے ان کو اعراض کیوں ہے؟ آپ ﷺ برابر ہم لوگوں کے بچھونوں پر آرام فرماتے تھے (مسند احمد، ایضاً)

اسی طرح ایک مرتبہ حضرت ابن عباسؓ آپؓ کی خدمت میں اس حالت میں آئے کہ ان کے سر کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ آپؓ نے پوچھا "بیٹے! پراگندہ مو کیوں ہو؟" حضرت عبداللہ نے کہا، "اُم عمار (زوجہ) میرے کنگھا کرتی تھیں" (یعنی آج کل اُن کے ایام کا زمانہ ہے اور اس حالت میں ہونے کی وجہ سے میں نے ان سے یہ کام لینا مناسب نہ سمجھا) حضرت میمونہؓ نے فرمایا "واہ بیٹے خوب! آنحضرت ﷺ ہماری گود میں سر رکھ لیتے تھے اور قرآن پڑھتے تھے اور ہم اسی حالت میں ہوتے تھے۔ اسی طرح ہم چٹائی اُٹھا کر مسجد میں رکھ آتے تھے۔ بیٹا! کہیں یہ ہاتھ میں بھی ہوتا ہے" (مسند احمد، ج 16، ص 331)

## ابن عباسؓ سے رشتہ:

حضرت عباسؓ کی بیوی اُم الفضلؓ حضرت میمونہؓ کی حقیقی بہن تھیں۔ اس رشتہ سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ آپؓ کے حقیقی بھانجے تھے (تذکارِ صحابیات)

☆ ایک دفعہ حضرت میمونہؓ کا ایک قریبی رشتہ دار ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُس کے منہ سے شراب کی بُو آ رہی تھی۔ آپؓ اس پر غضبناک ہوئیں اور جھڑک کر کہا "آئندہ کبھی میرے گھر میں قدم نہ رکھنا۔"

☆ ایک عورت سخت بیمار پڑی تو اس نے منت مانی کہ شفا ہونے پر بیت المقدس جا کر نماز ادا کرے گی۔ اللہ نے اسے شفا دی تو اس نے اپنی منت پوری کرنے کے لئے بیت المقدس جانے کا ارادہ کیا۔ سفر پر روانگی سے قبل حضرت میمونہؓ سے رخصت ہونے آئی اور تمام ماجرا بیان کیا تو آپؓ نے فرمایا: "تم یہیں رہو اور مسجدِ نبوی میں نماز پڑھ لو یہاں نماز پڑھنے کا ثواب دوسری مساجد کے ثواب سے ہزار گناہ زیادہ ہے" (مسند احمد، ص 333)۔

**وفات:** سال وفات سے متعلق اختلاف ہے۔ لیکن صحیح ترین یہی ہے کہ 51ھ میں وفات پائی عجیب اتفاق ہے کہ مقام سرف میں ان کا حضور ﷺ سے نکاح ہوا تھا اور سرف کے مقام پر ہی انہوں نے وفات پائی۔ صحاح میں ہے کہ جب ان کا جنازہ اُٹھایا گیا تو حضرت ابن عباسؓ نے کہا: "یہ حضور ﷺ کی زوجہ ہیں، جنازہ کو زیادہ حرکت نہ دو۔ باادب آہستہ لے چلو" (بخاری شریف، ج 2، ص 751)۔

حضرت ابن عباسؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور قبر میں اتارا۔

## فضل وکمال:

حضرت میمونہ سے چھیالیس (46) (اور بعض کے مطابق چھہتر (76)) احادیث مروی ہیں جن میں سے بعض سے ان کی فقہ دانی کا پتہ چلتا ہے۔ مثلاً حضرت ابن عباسؓ کے پراگندہ مو ہونے کے بارے میں حدیث سے۔ ان میں سے 7 احادیث متفق علیہ ہیں اور 5 مسلم میں منفرد ہیں۔

**شاگرد:** حضرت میمونہؓ سے جن بزرگوں نے روایت کی ہے ان کے نام درج ذیل ہیں۔

حضرت ابنِ عباسؓ، عبداللہ بن شداد، عبد الرحمٰن بن السائب (یہ سب ان کے بھانجے ہیں) عبید اللہ الخولانی، ندبہ (کنیز) عطاء بن یسار، سلیمان بن یسار (غلام) ابراہیم بن عبداللہ، کریب (ابن عباسؓ کے غلام) عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ، عبید اللہ بن سباق اور عالیہ بنت ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہم شامل ہیں۔

بچوں کا صفحہ

قسط نمبر 4

# خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

تحریر: ع خان، لاہور

پہلی وحی کے بعد کچھ عرصہ تک وحی رُکی رہی۔ پھر دوسری وحی میں سورۃ مدثر کی چند آیات نازل ہوئیں اور پھر وحی کے نزول کا سلسلہ شروع ہو گیا اور بعض اوقات تو دن میں دو، دو تین، تین مرتبہ وحی مبارک نازل ہوئی۔

شروع شروع میں اللہ کریم نے آپ ﷺ کو پوشیدہ طور پر اسلام کی دعوت دینے کا حکم فرمایا۔ آپ ﷺ نے یہ دعوت سب سے پہلے اپنے بہت قریبی لوگوں میں دی۔ یوں عورتوں میں سب سے پہلے آپ ﷺ کی اہلیہ محترمہ حضرت خدیجہؓ نے اسلام قبول کیا جبکہ مردوں میں حضرت ابوبکرؓ اور بچوں میں حضرت علیؓ نے اسلام قبول کیا۔ کچھ عرصہ بعد اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو دعوتِ اسلام کو عام کرنے کا حکم فرما دیا۔ اس حکم کے بعد آپ ﷺ کوہِ صفا پر تشریف لے گئے۔ اس زمانے میں اس علاقے کا رواج تھا کہ اگر کسی کو کوئی اعلان کرنا ہوتا تو وہ صفا پہاڑی پر چڑھ کر لوگوں کو پکار کر جمع کرتا اور اپنی بات بیان کرتا۔ چنانچہ آپ ﷺ بھی اسی مقصد کے لئے کوہ صفا پر تشریف لے گئے اور اونچی آواز میں عرب کے تمام قبائل کو نام لے کر پکارا۔ جب سب جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں آپ کو یہ خبر دوں کہ پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر ہے جو آپ پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا آپ میری بات کو سچ مان لیں گے۔ سب نے کہا کہ بے شک کیونکہ ہم نے تو آپ ﷺ کو کبھی جھوٹ بولتے نہیں پایا۔ دراصل آپ ﷺ نے دعوتِ اسلام دینے سے پہلے ان سب سے تصدیق کروالی کہ آپ ﷺ نے کبھی کسی کے ساتھ غلط بیانی نہیں کی۔ چنانچہ جب سب لوگوں نے آپ ﷺ کے صادق ہونے کا اقرار کر لیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تم لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرانے والا ہوں۔ آپؐ نے اللہ تعالیٰ کے وحدہٗ لاشریک ہونے کا بتانے کے ساتھ بتوں کی پوجا ترک کرنے اور اللہ تعالیٰ کے احکامات ماننے کی دعوت دی۔

جب آپ ﷺ نے علی الاعلان دین کی دعوت کا کام شروع کیا تو بہت سے کفار آپ ﷺ کی مخالفت پر اتر آئے۔ لیکن آپ ﷺ تمام لوگوں کی مخالفت سے بے پرواہ ہو کر لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف دعوت دیتے رہے۔ جب کفار مکہ نے دیکھا کہ اسلام بہت تیزی سے پھیل رہا ہے اور لوگ بتوں سے بیزار ہو کر اسلام قبول کر رہے ہیں تو قریش کے سردار شکایت لے کر جناب ابوطالب کے پاس آئے کہ محمد ﷺ ہمارے بتوں کو برا بھلا کہتے ہیں، ہمارے دین میں نقص نکالتے ہیں۔ آپ یا تو ان کو منع کریں یا ہمارے اور ان (ﷺ) کے درمیان سے ہٹ جائیں، ہم خود ہی ان سے نمٹ لیں گے۔ اس پر جناب ابوطالب نے آپ ﷺ کو بلوا کر ساری بات بتائی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے چچا! اللہ کی قسم اگر یہ لوگ میرے داہنے ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی رکھ دیں اور کہیں کہ اس کام کو چھوڑ دو تو میں ہرگز اس کام کو چھوڑنے والا نہیں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کو غالب کر دیں یا میں ہلاک ہو جاؤں۔ آپ ﷺ کی اس بات کا جناب ابوطالب کے دل پر گہرا اثر ہوا اور انہوں نے کہا کہ اے بھتیجے! تم جو چاہو کرو میں تمہیں ہرگز دشمنوں کے حوالے نہ کروں گا۔"

جب کفار مکہ جناب ابوطالب سے مایوس ہو گئے اور جان گئے

کہ وہ کبھی بھی آپ ﷺ کو اُن کے حوالے نہ کریں گے۔اب ہر قبیلے کے کفار نے اپنے قبیلے میں سے مسلمان ہونے والوں کو سخت تکالیف دینا شروع کر دیں لیکن یہ سب مظالم کسی بھی مسلمان کو اسلام سے نہ ہٹا سکے۔

پھر جب کفار مکہ کے مظالم حد سے بڑھ گئے تو آپ ﷺ نے مسلمانوں کو ملک حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے کی اجازت دے دی کہ ملک حبشہ کا بادشاہ نیک دل تھا اور کسی پر ظلم نہ کرتا تھا۔ جب کفار مکہ نے دیکھا کہ مسلمان حبشہ کی طرف ہجرت کرنے لگے ہیں تو وہ حبشہ پہنچ گئے اور بادشاہ سے درخواست کی کہ ان لوگوں کو ہمارے حوالے کر دیا جائے کہ یہ اپنا پرانا مذہب چھوڑ دینے والے ہیں۔بادشاہ نے تحقیقات کروائیں تو پتہ چلا کہ یہ سب ہجرت کر کے آنے والے لوگ بہت اچھے ہیں اور معاملات کرنے میں بھی بے حد دیانتدار ہیں۔بادشاہ نے شکایت لے کر آنے والوں سے پوچھا کہ کیا آپ لوگوں نے پہلے کبھی محمد ﷺ کو جھوٹ بولتے دیکھا ہے؟ اس پر وہ لوگ یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ نہیں انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔اس پر بادشاہ نے بے ساختہ کہا کہ جو شخص لوگوں سے جھوٹ نہیں بولتا وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کس طرح جھوٹ بول سکتا ہے۔اس پر بادشاہ نے مسلمانوں کو کفار مکہ کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا اور وہ اپنا سا منہ لے کر واپس لوٹ آئے۔یہی زمانہ تھا جب حضرت عمرؓ نے اسلام قبول فرمایا، ان سے پہلے حضرت حمزہؓ بھی اسلام لا چکے تھے۔حضرت حمزہؓ آپ ﷺ کے چچا تھے اور ان کا شمار عرب کے بہت بہادر لوگوں میں ہوتا تھا۔ان دونوں حضرات کے اسلام قبول کرنے سے مسلمانوں کو بے حد طاقت، قوت اور تقویت ملی اور اسلام مزید تیزی سے پھیلنے لگا۔کفار مکہ کو اسلام کے اس طرح تیزی سے پھیلنے پر بڑی تشویش ہوئی۔چنانچہ اُن سب نے مل کر بنی ہاشم کا مقاطعہ (بائیکاٹ) کرنے کا فیصلہ کیا جس میں یہ فیصلہ بھی کیا کہ اہل قریش میں سے نہ کوئی بنی ہاشم کے ساتھ رشتہ داریاں کرے گا اور نہ ہی کسی قسم کی خرید و فروخت کرے گا۔کفار کا مقصد ایسا کر کے نہ صرف مسلمانوں کو تکلیف پہنچانا تھا بلکہ یہ بھی تھا کہ نہ ہی کوئی لوگ ان سے ملیں اور نہ اسلام قبول کرنے کی نوبت آئے۔اہلِ قریش نے یہ معاہدہ لکھ کر خانہ کعبہ کی دیوار کے ساتھ لٹکا دیا۔بنی ہاشم اور تمام مسلمانوں نے ایک گھاٹی جو"شعب ابی طالب" کے نام سے مشہور ہے میں پناہ لی اور اس بائیکاٹ کا تین سال تک بڑی جرأت اور بہادری کے ساتھ مقابلہ کیا۔تین سال بعد اس عہد نامہ کو (جو لکھ کر خانہ کعبہ کی دیوار کے ساتھ لٹکایا گیا تھا) دیمک کھا گئی سوائے اس میں موجود اللہ کے نام کو۔یوں جب عہد نامہ ہی نہ رہا تو اس بائیکاٹ کی بھی کوئی حیثیت باقی نہ رہی۔تمام لوگ گھاٹی کے باہر آئے اور دین اسلام کی تبلیغ کا کام جوش و خروش سے پھر سے شروع ہو گیا۔تاریخ کی کتابوں میں ملتا ہے کہ وہ شخص جس نے یہ عہد نامہ لکھا تھا اس کا ہاتھ خشک ہو کر ناکارہ ہو گیا تھا۔

اس گھاٹی سے نکلنے کے تقریباً آٹھ ماہ بعد جناب ابوطالب کا انتقال ہو گیا۔یہ بعثتِ نبوی کا دسواں سال تھا۔جناب ابوطالب کے انتقال کے تین دن بعد آپ کی اہلیہ محترمہ حضرت خدیجہؓ جو آپ ﷺ کی رفیقہ و غم خوار بھی تھیں کا انتقال ہو گیا۔ان دونوں ہستیوں سے آپ ﷺ بہت محبت رکھتے تھے اور ان کی جدائی ایک بڑا حادثہ تھی سو اس سال کا نام ہی عام الحزن یعنی "غم کا سال" رکھ دیا گیا۔


## ضرورت رشتہ

ہماری بیٹی تعلیم :ایم اے،عمر: 30 سال، قد:5فٹ 4انچ، نیک سیرت، سلیقہ شعار کے لئے برسر روزگار تعلیم یافتہ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔والدین اس نمبر پر رابطہ کریں۔

0331-1936572

# حج وعمرہ کا طریقہ اور مسائل

محمد منصور الزمان صدیقی

حج اور عمرہ کے لئے سب سے پہلا کام احرام باندھنا ہے۔

احرام سفید کپڑے کا ہو تو بہتر ہے۔ احرام دو سفید چادروں پر مشتمل ہوتا ہے۔ احرام فقیرانہ وضع اور کفن سے مشابہ ہے۔ ایک چادر تہہ بند کی طرح باندھ لی جائے دوسری کاندھوں پر اوڑھ لی جائے۔ سر برہنہ ہو، پیر میں بھی چپل ایسی ہو کہ جو صرف تلوے اور ایڑی کو غلاظت اور موسم کی سختی سے محفوظ رکھے۔ انگلیاں اور انگوٹھا چھپ جائے تو مضائقہ نہیں لیکن اس سے اوپر کا حصہ کھلا رہنا چاہیے۔

احرام میں صابن لگا کر غسل کرنا یا ہاتھ منہ دھونا، کنگھی کرنا، بال اور ناخن کاٹنا منع ہے۔ گرمی کی وجہ سے جسم پر پانی ڈالا جا سکتا ہے جس کو غسل بھی کہا جا سکتا ہے۔ وضو بھی کیا جا سکتا ہے لیکن گرد اور میل سے صفائی کی نیت نہیں ہونی چاہیے۔ خواتین کا احرام ان کا لباس ہی ہے البتہ منہ پر کپڑا نہیں لگنا چاہیے۔ پردہ کی حالت میں بھی نقاب کا کپڑا نہ لگے، اس کی احتیاط کریں۔

## مقصد:

اصل مقصد فقیرانہ وضع اختیار کر کے خالق کائنات کے دربار میں حاضری اختیار کرنا ہے۔ دنیا کی ہر نسل اور ملک کے باشندے غریب امیر فقیر ہر عمر کے لوگ لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ یعنی میں حاضر ہوں، اے میرے مولا میں حاضر ہوں، کہتے بیت اللہ شریف میں حاضر ہوتے ہیں۔ سب کا ایک لباس یعنی سفید چادر، سب برہنہ سر، سب کی ایک وضع، سب کا ایک مقصد اور سب کی زبان پر ایک ہی کلمہ یعنی میں حاضر ہوں اے میرے مولا میں حاضر ہوں۔

سبحان اللہ! یہ نظارہ بلاشبہ ایمان افروز اور رحمتِ الٰہی کو متوجہ کرنے والا ہوتا ہے۔

## معنیٰ احرام:

احرام کے معنی ہیں کسی چیز کا استعمال خود پر حرام کرنا یعنی احرام میں چند چیزیں حرام ہو جاتی ہیں۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

(1) خوشبو کا استعمال کرنا۔ (2) مرد کو سلے ہوئے یعنی جسم کی ساخت کے مطابق کپڑے پہننا۔☆ یعنی روز مرہ کا لباس پہننا۔ (3) سر اور منہ ڈھکنا۔ (4) بال کاٹنا یا کترنا۔ (5) ناخن کاٹنا۔ (6) جماع کرنا۔ (7) خشکی کے جانور کا شکار کرنا۔ (8) احرام کے واجبات میں سے کسی کو چھوڑنا۔

## وضاحت:

(1) خوشبودار تمباکو اور الائچی بھی نہیں کھانا چاہیے۔

(2) احرام کی چادر کے کنارے سلے ہوں تو مضائقہ نہیں ہے۔

(3) عورت موزہ بھی پہن سکتی ہے۔ مرد کو جائز نہیں ہے۔

(4) عورت سر ڈھک سکتی ہے یعنی برقعہ اوڑھنا، پردہ کرنا ضروری ہے۔ البتہ منہ پر کپڑا نہ لگے۔

(5) حیض ونفاس والی عورت بھی احرام کی نیت کر لے۔ البتہ نماز، طواف اور مسجد حرام کی حاضری غسلِ پاکی تک ملتوی رہے گی، پاکی کے بعد طواف کرے۔

فرائض احرام:

احرام میں دو فرض ہیں۔

(1) جس قسم کا احرام باندھے اس کی نیت کرلے۔

(2) احرام باندھ کر کوئی کلمہ ایسا کہے جس سے اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور بڑائی معلوم ہو مثلاً لَبَّیْک پڑھے یا سبحان اللہ وغیرہ۔ یہ دونوں باتیں نہ ہونے کی صورت میں احرام درست نہ ہوگا۔

واجباتِ احرام:

احرام میں دو (2) واجبات ہیں:

(1) میقات سے احرام باندھنا۔

(2) ممنوعات سے بچنا۔

تلبیہ:

تلبیہ یعنی لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ احرام باندھ کر بلند آواز سے پڑھے اور تمام سفر میں پڑھتا رہے۔ جب پڑھے، تین بار پڑھے اور یہ خیال کرے کہ میں اللہ تعالیٰ کی دعوت پر بیت اللہ شریف کی حاضری کے لیے جا رہا ہوں۔ عمرہ کا احرام ہو تو یہ تلبیہ طوافِ کعبہ کے شروع کرنے پر حجرِ اسود کو بوسہ دینے پر ختم ہو جائے گا اور اگر حج کا احرام ہو تو حج کے بعد منیٰ میں دسویں ذالحجہ کو جمرہ عقبہ پر رمی کے بعد ختم ہوگا۔ تلبیہ یہ ہے:

لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ، لَبَّیْکَ لَکَ لَا شَرِیْکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ۔

میقات:

بحری جہاز سے یلملم کی پہاڑی کے قریب جہاز والے اطلاع کر دیتے ہیں۔ یہ میقات ہے۔ ہوائی جہاز کے مسافر جہاز روانہ ہونے پر نیت کرلیں۔ اگرچہ احرام کے نفل گھر سے روانہ ہونے کے وقت پڑھ لیں احرام کی چادر باندھ لیں۔ احتیاطاً نیت جہاز کی روانگی کے بعد کریں۔ بعض اوقات جہاز کی روانگی ملتوی ہو جاتی ہے یا دیر ہوتی ہے یا کسی بھی وجہ سے سفر آخر وقت پر ملتوی ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں احرام کی نیت اگر کر چکا ہے تو پھر اس کو پورا کرنا ضروری ہے۔

وضاحت:

کسی بھی وجہ سے احرام کی نیت کے بعد سفر جاری نہ رکھ سکا، احرام کھول دیا تو اگر یہ نفلی عمرہ بھی ہے تو اب فرض ہو گیا اور یہ لازم ہے کہ جلد از جلد احرام باندھ کر دوبارہ عمرہ کو جائے اور عمرہ ادا کرے۔

احرام کی اقسام:

احرام کی چار قسمیں ہیں:

(1) افراد

(2) قرآن

(3) تمتع

(4) عمرہ

(1) **افراد:** صرف حج کا احرام باندھنا۔ افراد کے احرام والے کو مفرد کہتے ہیں۔

(2) **قِران:** حج اور عمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھنا۔ قِرآن والے کو قارن کہتے ہیں۔

(3) **تمتع:** حج کے مہینوں میں پہلے عمرہ کا اور اس کے بعد حج کا احرام باندھنا۔ اس احرام والے کو متمتع کہتے ہیں۔

(4) **عمرہ:** صرف عمرہ کا احرام خواہ حج سے پہلے ہو یا بعد میں اور تمام سال میں کسی وقت بھی ہو۔ البتہ حج کے پانچ دن میں عمرہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

احرام کی نیت:

یا اللہ میں عمرہ کے احرام کی نیت کرتا ہوں اس کو میرے لئے آسان فرما دیجیے اور اس کو قبول فرما لیجیے۔ اس کے بعد تلبیہ یعنی لَبَّیْکَ

اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ یعنی پڑھے۔ اسی طرح حج کے احرام کے لئے حج کا لفظ اور حج وعمرہ دونوں ہوں تو دونوں لفظ آئیں گے۔ یعنی اس طرح کہ (2) یا اللہ میں حج کے احرام کی نیت کرتا ہوں۔ (3) یا اللہ میں حج اور عمرہ کے احرام کی نیت کرتا ہوں۔ اس کو میرے لئے آسان فرما دیجئے اور اس کو قبول فرمالیجئے۔

**احرام کا طریقہ:**

غسل کر کے پاک صاف ہو کر احرام کی چادر باندھ کر دوسری چادر سے سر اور جسم کو ڈھانک کر دو رکعت نفل پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ یہ سفر عافیت کے ساتھ پورا ہو اور یہ سفر توشۂ آخرت ہو۔ اس کے بعد احرام کی نیت کرے۔ سر کھولے۔ احرام کی حالت میں نماز بھی سر برہنہ پڑھے اور تمام پابندیوں پر کار فرما رہے۔

**وضاحت:**

احرام کے واجبات چھوڑ دینے سے یا ممنوعات میں سے کوئی فعل سرزد ہو جانے کی صورت میں کچھ جزا واجب ہوتی ہے۔ اس کی تفصیلات کتابوں میں مل جائیں گی یا علماء کرام سے دریافت کی جائیں۔

**ستر:**

احرام میں بے حد احتیاط کی ضرورت ہے اور تمام اصول وقوانین سے واقف ہونا ضروری ہے۔ ستر کا چھپانا ضروری ہے۔ ناف کے نشان سے گھٹنے کی نچلی ہڈی تک چھپانا ضروری ہے۔ یہ مرد کا ستر ہے۔ بعض لوگ ناف کے نیچے چادر باندھتے ہیں یا عادتاً چادر اٹھا کر گھٹنے سے اوپر تک لے جاتے ہیں۔ یہ دونوں صورتیں حرام ہیں اور سخت گناہ کا موجب ہے۔ کیونکہ ایسا ہونا برہنہ ہونے کے مطابق ہے۔ یہ صورت اپنے گھر میں بھی ممنوع ہے چہ جائیکہ حرم شریف میں ستر کھلا ہو۔ اس میں احتیاط کی ضرورت ہے۔

**مسجد الحرام:**

حرم شریف یعنی مسجدِ حرام میں داخلہ کے بعد بیت اللہ شریف پر پہلی نظر پڑنے پر دعا کرے یہ قبولیت کا وقت ہوتا ہے۔ جو دل چاہے دعا مانگے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ اس ذاتِ عالی نے اپنے دردولت پر حاضری کی سعادت بخشی۔ بہتر ہے کہ یہ دعا کرے کہ الٰہی ہمیں بار بار حاضری کی توفیق عطا فرما اور ہماری دعاؤں کو قبول فرما۔

**کعبہ شریف:**

بیت اللہ شریف کو کعبہ بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ عمارت مربع اور چوگوشہ ہے اور ہر چوگوشہ کو کعبہ کہتے ہیں۔ لغت میں کعبہ کے معنی بلند اور مرتفع کے ہیں۔ یہاں مراد بیت اللہ شریف ہے جس کو قبلہ بھی کہا جاتا ہے۔

**طوافِ کعبہ:**

مُطاف میں داخل ہو کر حجرِ اسود سے قبل کھڑے ہو کر نیت کرے کہ میں بیت اللہ شریف کے طواف کی نیت کرتا ہوں، سات چکروں کے ساتھ۔ اس کے بعد حجر اسود کو بوسہ دے اور اگر مجمع کثیر ہو تو دور سے ہاتھ کے اشارہ سے بوسہ دے اور طواف شروع کر دے۔

حجر اسود سے شروع ہو کر اسی مقام پر آ کر ایک چکر جسے عربی میں شوط کہتے ہیں پورا ہو جائے گا۔ اس طرح سات شوط یعنی سات بار بیت اللہ شریف کے گرد چکر لگا کر طواف مکمل ہو جائے گا۔

طواف کے دوران عربی میں، اردو میں یا کسی بھی زبان میں دعا کرتا رہے۔ جو بھی دعا کرنی ہو کرے یا درود شریف پڑھے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بزرگی کے کلمات ادا کرے۔ طواف کے بعد دو رکعت نماز ادا کرنا ضروری ہے۔

**احتیاط:**

طواف کے دوران سلام وکلام سے بچئے۔ نگاہ نیچی کر کے باادب اور مہذب پیرایہ میں میانہ روی سے طواف کرے۔

(1) عورتوں سے دور رہے۔

(2) کسی کو دھکا نہ دے۔

(3) کسی کو روک کر آگے نکلنے کی کوشش نہ کرے۔ یہ احساس رہے کہ ہم اللہ جل شانہٗ کے گھر کے چکر کاٹ رہے ہیں۔ اپنی ضرورت اور اپنی غرض کے تحت فقیرانہ انداز میں بھیک طلب کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمیں دیکھ رہے ہیں۔

## طواف کی اقسام:

(1) طواف قدوم (2) طواف زیارت (3) طوافِ وداع (4) طوافِ عمرہ (5) طوافِ نذر (6) طوافِ تحیہ (7) طواف نفل

### (1) طوافِ قدوم:

جب کوئی آفاقی شخص مسجد حرام میں پہلی بار احرام باندھ کر داخل ہو۔ یہ طواف باہر سے آنے والے کے لئے سنت ہے جو صرف حج یا قِران کا احرام باندھ کر آئے۔

### (2) طواف زیارت:

اس کو طوافِ رکن اور طوافِ حج، طواف فرض بھی کہتے ہیں۔ یہ حج کا رکن ہے۔ اس کے بغیر حج مکمل نہیں ہوتا۔ اس کا وقت دس ذالحجہ کی صبح صادق سے بارہ تاریخ کی غروب سے پہلے تک ہے۔

### (3) طوافِ وداع:

یہ ہر اس آفاقی شخص پر واجب ہے کہ جو مکہ معظمہ سے رخصت ہو کر اپنے وطن واپس جائے۔

### (4) طواف عمرہ:

یہ عمرہ کا احرام باندھنے والے ہر شخص پر فرض ہے۔

### (5) طوافِ نذر:

جو شخص طواف کی نذر یا منت مان لے اس پر واجب ہے۔

### (6) طوافِ تحیہ:

ہر شخص جو مسجدِ حرام میں داخل ہو اس پر طواف کرنا مستحب ہے اس کا نام طوافِ تحیہ ہے۔ اگر کسی نے نفل طواف کیا تب بھی یہ ادا ہو جائے گا۔

### (7) طوافِ نفل:

یہ طواف ہر وقت ہر شخص کر سکتا ہے بشرطیکہ فرض نماز کی جماعت نہ ہو رہی ہو۔

## واجباتِ طواف:

(1) طہارت سے ہونا یعنی بے وضو نہ ہونا۔ حیض ونفاس اور جنابت سے پاک ہونا۔

(2) ستر کا چھپا ہونا۔

(3) عذر نہ ہو تو پیدل طواف کرنا

(4) حطیم کو شامل کر کے طواف کرنا

(5) حجر اسود سے شروع کرنا اور داہنی طرف سے طواف کرنا۔

## وضاحت حطیم:

حطیم بیت اللہ شریف کا ہی حصہ ہے۔ حطیم کے اندر فرض نماز باجماعت نہیں پڑھنی چاہیے یعنی جب حرم شریف میں جماعت ہوتی ہو، وہ فرض نماز حطیم کے باہر ادا کرنی چاہیے۔ نفل پڑھ سکتے ہیں، قبولیت کی جگہ ہے۔

احتیاط: مرد کا ستر ناف کے نیچے سے گھٹنوں کے نیچے تک ہے۔ گھٹنے کی ہڈی ستر میں شامل ہے۔ اس کا چھپانا مرد پر واجب ہے۔ اکثر دیہاتی لوگ اور ناواقف شہری عام زندگی میں بھی احتیاط نہیں کرتے اور تہبند ناف کے بہت نیچے باندھتے ہیں جس کی وجہ سے ستر کھلا رہتا ہے جو مرد کے لئے حرام ہے۔

طواف میں، خاص طور پر احرام میں چونکہ کرتا نہیں ہوتا اور تہبند ناف کے نیچے بندھا ہوتا ہے اور ستر کا چوتھائی یا اس سے زیادہ کھلا ہونے کی وجہ سے طواف ہی درست نہیں ہوتا نیز اس صورت میں حرم شریف میں داخل ہونا بھی سخت گناہ کا موجب ہے۔ ستر کی پابندی ہر حال میں لازم ہے ورنہ نماز بھی نہیں ہوگی اور طواف بھی نہیں ہوگا بلکہ بہت گناہ کا موجب ہوگا۔ شریعت کے رُو سے یہ شخص برہنہ ہے۔

استلام:

حجر اسود کو بوسہ دینا اور ہاتھ سے چھونا یا حجر اسود اور رکن یمانی کو صرف ہاتھ لگانا۔

اضطباع:

احرام کی چادر کا وہ حصہ جو داہنے مونڈھے پر رہتا ہے اس کو داہنی بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈالنا۔ جس طواف کے بعد سعی کرتے ہیں، اس طواف کے ساتوں پھیروں میں اضطباع کیا جاتا ہے۔

طواف کے پہلے تین پھیروں میں اکڑ کر مونڈھے ہلاتے ہوئے قریب قریب قدم رکھ کر تیزی سے چلنا۔ یہ بھی اسی طواف میں کیا جاتا ہے جس کے بعد سعی کرنی ہو۔ (خواتین کے لئے رمل اور اضطباع نہیں ہے۔)

حجرِ اسود:

جنت کا ایک پتھر ہے جو بیت اللہ شریف کی عمارت میں نصب ہے۔ اس کے چاروں طرف چاندی کا حلقہ چڑھا ہوا ہے۔

ملتزم:

بیت اللہ شریف کے دروازہ اور حجر اسود کے درمیان کی دیوار جس پر چمٹ کر دعا مانگنا مسنون ہے۔ طواف کے بعد دو رکعت واجب طواف پڑھ کر اس جگہ دعا کرنی چاہیے۔

بابِ کعبہ شریفہ:

بیت اللہ شریف کا دروازہ، اس کی چوکھٹ پکڑ کر دعا کرنی چاہیے۔ یہ بھی قبولیت دعا کا مقام ہے۔

مقام ابراہیمؑ:

ایک جنتی پتھر ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس پر کھڑے ہو کر بیت اللہ کو تعمیر کیا تھا اب یہ پتھر بیت اللہ کے دروازہ کے سامنے مطاف کے مشرقی حصہ میں ایک جالی دار قبہ میں رکھا ہوا ہے اگر وقت مکروہ نہ ہو تو یہاں نفل پڑھ کر دعا کرنی چاہیے۔ یہاں دعا قبول ہوتی ہے۔

زم زم:

مسجد الحرام میں بیت اللہ کے قریب زیر زمین ایک کنواں ہے جس کو حق تعالیٰ نے اپنی قدرت سے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ کے لیے جاری فرمایا تھا اور ہزاروں سال سے جاری ہے۔ اس زم زم کے کنویں پر پانی پینا اور دعا کرنی چاہیے۔ یہ مقام بھی قبولیت دعا کے لئے مخصوص ہے۔

سعی:

عمرہ اور حج کے احرام والے کو سعی کرنا واجب ہے۔ صفا اور مروہ پہاڑیوں کے درمیان سات چکر لگانا سعی کہلاتا ہے۔

حلق وقصر:

عمرہ اور حج کے احرام والے کو سعی کے بعد سر کے بال مونڈانا یا کٹوانا ضروری ہے۔ سر مونڈوانے کو حلق کہتے ہیں اور یہی افضل ہے۔ بال کتروانے یا کٹوانے کو قصر کہتے ہیں۔ کم از کم چوتھائی بال کٹوانے ضروری ہیں۔

اس کے بعد عمرہ مکمل ہو جاتا ہے۔ اب وہ تمام ممنوعات جو حرام کر لی تھیں پھر اختیار کر سکتا ہے۔

لیکن قِران والے کو احرام میں رہنا ہوگا۔ یعنی جس نے حج و عمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھا تھا، وہ حج کے بعد طواف و سعی کر کے احرام کھولے گا۔ اس وقت ممنوعاتِ احرام ختم ہوں گی۔ قربانی اور سر کے بال کٹوانے کے بعد احرام کی چادر تبدیل کر کے لباس پہن سکتا ہے لیکن زوجہ سے صحبت طوافِ زیارت کے بعد جائز ہوگی یعنی قطعی طور پر ممنوعات کا خاتمہ طوافِ زیارت کے بعد ہوگا۔

مستورات کو بال منڈوانے نہیں ہیں بلکہ تمام سر کے بال بقدر ایک انگلی کے پور کے کتروائے۔ اگر چوتھائی سر کے بال بھی بقدر ایک پور کے کتر دیئے تب بھی کافی ہے۔

نفلی عمرہ:

دوران قیام مکہ معظمہ مزید نفلی عمرہ کرنا ہو تو تنعیم جا کر مسجد حضرت عائشہؓ سے احرام باندھ کر لبیک پڑھتا ہوا بیت اللہ شریف آ کر طواف کرے، اس کے بعد سعی کرے اور حلق یا قصر کرا کے احرام کھول دے۔ یہ نفلی عمرہ ہوگا۔ ہر روز یا دن میں کئی بار بھی نفلی عمرہ کیا جا سکتا ہے۔

دُگنا ثواب:

نفلی عمرہ یا طواف اپنے مرحوم بزرگوں اور دوستوں کی طرف سے بھی ہو سکتا ہے جس کا ثواب اس عمرہ یا طواف کرنے والے کو بھی ملے گا اور اس عزیز کو بھی جس کے ایصال ثواب کے لئے عمرہ یا طواف کیا جائے۔

بہتر ہے کہ طواف و عمرہ حضور محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے، خلفاء کرامؓ اور اُمہات المومنین رضی اللہ عنہما اور اپنے والدین، استاد اور احباب کے لیے کیے جائیں۔ اس میں دُگنا ثواب ملتا ہے۔ ایک ثواب عمل کرنے کا، دوسرا بغیر کسی کی ہدایت کے خود اپنی طرف سے ہدیہ ارسال کرنے کا۔ اسی طرح سب کے لیے دعائیں کرنی چاہئیں۔

مفید مشورہ:

جس شخص نے عمرہ کا احرام باندھا تھا اور وہ عمرہ کر کے فارغ ہو گیا اب وہ آزاد ہے۔ اور حج کے انتظار میں مقیم ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ تمام نمازیں حرم شریف میں جماعت کی پابندی سے ادا کرے۔ طواف اور نوافل میں وقت گزارے۔ اس وقت اور اس نعمت کی قدر کرنی چاہیے۔ بار بار یہ دولت نصیب نہیں ہوتی۔ قیام مکہ معظمہ کے اوقات بازاروں میں خرید و فروخت میں ضائع نہیں کرنے چاہئیں۔ یہ قیمتی وقت رضائے الٰہی کے حصول میں خرچ ہونا چاہیے۔ حرم شریف میں ہر نیکی کا ثواب ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے۔ حرم شریف کی حاضری ایک نعمت ہے۔ بیت اللہ شریف کی زیارت اللہ جل شانہٗ کی مہمانی ہے۔ اس سے پورا فائدہ اٹھانا چاہیے۔

عمرہ کے ارکان اور طریقہ:

تمتع یعنی پہلے عمرہ کا احرام اور اس کے بعد حج کا احرام باندھنے والا جو طریق کار اختیار کرے اس کا نقشہ نیچے سلسلہ وار درج ہے:

(1) احرام عمرہ۔ شرطِ لازم ہے

(2) طوافِ عمرہ۔ معہ رمل (رمل سنت ہے) رکن ہے۔

(3) سعی عمرہ۔ واجب ہے۔

(4) سر کے بال منڈانا یا کٹوانا (سعی کے بعد) واجب ہے۔

(اب عمرہ کا احرام کھول دے)

حج کے ارکان اور طریقہ:

(5) 8 ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھے۔ شرطِ لازم ہے۔

(6) 9 ذی الحجہ کو وقوفِ عرفات۔ رکن ہے۔

(7) عرفات کے بعد شب کو وقوفِ مزدلفہ۔ واجب ہے

(8) 10 ذی الحجہ کو جمرہ اُخریٰ کی رمی۔ واجب ہے۔

(9) قربانی (رمی کے بعد) واجب ہے۔

(10) سر کے بال کٹوانا یا منڈوانا (قربانی کے بعد) واجب ہے

(11) طوافِ زیارت (سر کے بال صاف کرانے کے بعد) رکن ہے۔

(12) سعی۔ (حج سے قبل یا بعد) واجب ہے۔

(13) 12,11 ذی الحجہ کو منیٰ میں تینوں جمرات کی رمی کرنا۔ واجب ہے۔

(14) طوافِ وداع (جب مکہ معظمہ سے گھر واپس ہو) واجب ہے۔

یہ عمرہ اور حج کے احرام تمتع کا طریقہ ہے۔ اگر حج میں دیر ہو تو یہی طریقہ مناسب ہے۔ اگر حج قریب ہو اور چند یوم کی بات ہو تو قِران کا احرام بہتر ہے اس کا ثواب زیادہ ہے۔

قِران کا احرام اور طریقہ:

حج قِران یعنی عمرہ و حج کے احرام کا طریقہ سلسلہ وار درج ہے:۔

(1) حج وعمرہ کا احرام ایک ساتھ۔شرط لازم ہے۔

(2) طواف عمرہ مع رمل (رمل سنت ہے)۔رکن ہے۔

(3) سعی عمرہ۔واجب ہے۔

(4) طواف قدوم حج معہ رمل (رمل سنت ہے)۔سنت ہے۔

(5) سعی حج ❶ واجب ہے۔

(6) وقوف عرفات (9ذی الحجہ کو دن میں بعد زوال کسی وقت)۔رکن ہے

(7) وقوف مزدلفہ (عرفات سے واپسی پر)۔واجب ہے۔

(8) جمرہ اُخریٰ کی رمی (دسویں ذی الحجہ کو)۔واجب ہے۔

(8) قربانی (رمی کے بعد)۔واجب ہے۔

(10) سر کے بال منڈانا یا کٹوانا (قربانی کے بعد)۔واجب ہے۔

(11) طواف زیارت (بال کٹوانے کے بعد)۔رکن ہے۔

(12) 12,11 ذی الحجہ کو (تینوں جمراۃ کو رمی کرنا۔واجب ہے۔

(13) طواف وداع (مکہ معظمہ سے واپسی کے وقت)۔واجب ہے۔

طواف زیارت کے بعد احرام کھول دینا چاہئے اور تمام ممنوعات جائز ہوجائیں گی۔حج کی سعی اگر آٹھ ذوالحجہ کو طواف کے ساتھ نہ کی ہو تو اب طواف زیارت کے بعد کر سکتا ہے۔

### وضاحت:

جمرات یا جمرۃ عام طور پر شیطان کے نام سے مشہور ہیں۔رمی کرنا یعنی جمرات پر کنکریاں پھینکنا ہے۔بعض لوگ بڑے بڑے پتھر مارتے ہیں۔بعض جاہل پرانے جوتے مارتے ہیں۔یہ سب غلط ہے۔نہ کنکری کا اس نشان پر لگنا ضروری ہے جو نشان تعمیر ہے۔وہ جگہ کی علامت کے طور پر ہے۔کنکریاں اس نشان پر یا اس کے قریب گرنی چاہئیں،ایک ایک کنکری پھینکنی چاہیے۔یہ کنکریاں مزدلفہ سے لانا اچھا ہے۔استعمال شدہ کنکری دوبارہ استعمال نہ کی جائے۔جوتے مارنا یا کوئی دیگر چیز پھینکنا غلط ہے۔

### منیٰ:

منیٰ میں پانچ نمازیں یعنی آٹھ ذالحجہ کی ظہر سے نویں ذالحجہ کی فجر نماز ادا کرنا سُنت ہے۔اس کے بعد عرفات روانہ ہوجائے۔

### عرفات:

غروب آفتاب تک عرفات میں قیام کرے۔عرفات میں قیام ہی حج ہے۔اس دن کی کوئی خاص عبادت نہیں ہے۔لیکن یہ دن بڑی فضیلت کا اور رحمتِ الٰہی کی بارش کا ہے زوالِ آفتاب کے بعد توبہ استغفار اور تلاوتِ کلام پاک میں وقت گزارے اگر ہمت ہو تو جبلِ عرفات پر جائے اور وہاں جا کر اللہ تعالیٰ کی بزرگی کا اقرار کرے۔خصوصیت سے عصر اور مغرب کے درمیان کا وقت خصوصی دعاؤں اور حصولِ رحمت کا ہے۔اس وقت نہایت عاجزی اور انکسار سے دعائیں کریں۔اللہ جل شانہٗ کی رحمت سے امید ہے کہ سب کی دعائیں قبول اور حج مقبول ہوگا۔جہاں بھی قیام ہو،اسی جگہ مجمع کثیر کے ساتھ دعائیں کریں۔زوالِ آفتاب کے بعد عرفات میں کسی وقت بھی آئے حج ہوجائے گا۔اس دن مغرب کی نماز،عشاء کی نماز کے ساتھ مزدلفہ میں ادا کرنی چاہیے۔غروبِ آفتاب کے بعد عرفات سے روانہ ہو کر مزدلفہ جانا چاہیے۔

### مزدلفہ:

عرفات سے منیٰ آتے ہوئے راستہ میں مزدلفہ ہے۔مسجد مشعرالحرام کے قریب قیام کرے۔یہ رات عبادت میں گزاری جائے۔تمام رات عبادتِ الٰہی میں مصروف رہے۔اس رات کی بڑی فضیلت ہے۔

### منیٰ:

دس ذوالحجہ کی صبح صادق کے بعد نمازِ فجر سے فارغ ہو کر منیٰ روانہ ہوجائے۔منیٰ میں تین یوم قیام رہے گا۔منیٰ میں سب سے پہلا کام جمرۃ اُخریٰ یعنی آخری شیطان پر کنکری مارنا ہے۔اس کے بعد قربانی کرے۔پھر سر کے بال صاف کرا کر طواف زیارت کے لئے بیت اللہ شریف جائے۔

طواف کے بعد اگر آٹھ ذالحجہ کو سعی نہیں کی ہے تو اب سعی کرلے۔سعی کے بعد احرام کھول دے اور تمام ممنوعات کی پابندی ختم کر دے اور روزہ مرہ کے کپڑے پہن لے۔(طوافِ زیارت دس ذوالحجہ کو کرنا افضل ہے۔کسی وجہ سے تاخیر ہوجائے تو دوسرے دن کرلے لیکن 12 ذالحجہ آخری دن ہے) اس کے بعد واپس منیٰ جائے۔ جہاں، 11، 12 ذوالحجہ کو تینوں جمرات پر رمی کرنا ہوگی۔12 ذوالحجہ کی شام کو غروب آفتاب تک مکہ معظمہ آجائے۔

حج کے ارکان پورے ہوگئے۔اسی کا نام حج ہے۔

طوافِ وداع اس وقت کرنا ہے جب واپسی کا ارادہ ہو۔اس تمام عرصہ میں جب تک قیام رہے نفلی طواف کرتے رہنا چاہیے اور زیادہ سے زیادہ وقت حرم شریف میں گزارنا چاہیے۔

حج کے فرائض:

حج میں تین فرض ہیں:

(1) احرام باندھ کر حج کی نیت کرنا اور تلبیہ پڑھنا۔

(2) وقوف عرفات یعنی 9 ذوالحجہ کو زوالِ آفتاب کے بعد سے دس ذوالحجہ کی صبح صادق تک کسی بھی وقت میدانِ عرفات میں ٹھہرنا خواہ تھوڑی دیر ہی ٹھہرے۔

(3) طوافِ زیارت جس کا وقت دس ذوالحجہ کی صبح صادق سے بارہ ذوالحجہ غروبِ آفتاب تک ہے۔

ان تینوں فرائض میں سے کوئی فرض رہ جائے تو حج صحیح نہیں ہوگا۔

حج کے چھ واجبات ہیں:

حج کے واجبات:

(1) عرفات سے واپسی پر شب میں مزدلفہ میں وقوف کرنا۔

(2) سعی کرنا۔

(3) جمرات پر کنکریاں مارنا۔

(4) قارن اور متمتع کو قربانی کرنا۔

(5) قربانی کے بعد سر مونڈانا یا بال کٹوانا۔

(6) مکہ معظمہ سے رخصت کے وقت طوافِ وداع کرنا۔

واجبات میں سے کوئی رہ جائے تو حج ہوجائے گا۔البتہ جزا دینا لازم ہوگا۔

جزا اور دم:

ہر مسئلہ اور غلطی پر جدا ہے۔اس کے لئے علماء کرام سے رجوع کریں یا کتابوں میں دیکھ لیں۔مسئلہ سے واقفیت ضروری ہے۔

⦿⦿⦿

## صفحہ نمبر 37 سے آگے

(۲) میت کی طرف سے حج کرنے والا (۳) حج کرانے والا (جو میت کے مال سے اس کی وصیت کے مطابق یا اپنے مال سے اس کی طرف سے حج کرا رہا ہے)

ایک حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص اپنے والدین کی طرف سے ان کی موت کے بعد حج کرے اس کے لئے جہنم کی آگ سے خلاصی ہے، اور والدین کے لئے پورا حج لکھا جاتا ہے، اور اُس کے ثواب میں کمی نہیں آتی، اور کسی اپنے قریبی رشتہ دار کے لئے اس سے بڑھ کر صلہ رحمی نہیں کہ اس کے مرنے کے بعد اس کی طرف سے حج کر کے اس کی قبر میں ثواب پہنچائے،

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص کسی کی طرف سے حج کرے اس حج کرنے والے کو بھی اُتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا اس شخص کو ملتا ہے جس کی طرف سے حج کیا جاتا ہے۔

(فضائل اعمال، کنز اعمال)

10 جون 2013

# شیخ المکرم کی مجلس میں سوال اور ان کے جواب

سوال: معیت باری سے مراد ہے کہ اللہ ہر لحہ ہمارے ساتھ ہے۔ معیت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا مراد ہے؟

جواب: معیت کا مفہوم وہی ہے ساتھ ہونا اور معیت تامہ یا کامل ومکمل معیت صحابہ کرامؓ کو حاصل تھی کہ حضورﷺ ظاہراً بھی اُن کے ساتھ تھے اور باطناً قلبی طور پر بھی۔ برکاتِ رسالتﷺ اور صحبت ان پر نور کی طرح برستی رہتی تھیں۔ لیکن اللہ کریم نے پوری اُمت کو اس سے محروم نہیں رکھا۔ حضور اکرمﷺ کا خلوص دل سے اتباع...... جتنا جس کا خلوص ہوتا ہے اتنی معیت اسے نصیب ہوتی ہے۔ یہی دو شرطیں ہیں، ایک تو کام وہ کیا جائے جو واقعی حضورﷺ کے ارشاد کے مطابق ہو، سنت کے مطابق ہو اور دوسرا پورے خلوص سے کیا جائے تو اللہ حضور اکرمﷺ کی ذات سے ایک نسبت قائم کر دیتے ہیں اور آپﷺ کی برکات اور انوارات اس شخص کو گھیرے میں رکھتی ہیں، نصیب ہوتی رہتی ہیں جو قلبی سکون اور اطمینان کا باعث ہوتی ہیں اور مزید نیکی کی توفیق عطا ہوتی ہے، مزید اعمال کرنے کی توفیق عطا ہوتی ہے۔ تو یہ جو برکات روحانی یا برکات رسالتﷺ پہنچتی ہیں اسے معیت رسالتﷺ کہتے ہیں۔ اس کی وہی دو شرطیں ہیں کہ حضور اکرمﷺ کا اتباع کیا جائے اور خلوص سے کیا جائے۔ ورنہ حضورﷺ کے زمانے میں جو کفار تھے۔ وہ بھی تو حضورﷺ کے ساتھ رہتے تھے۔ لیکن اللہ نے فرمایا! یَنۡظُرُوۡنَ اِلَیۡکَ وَ ھُمۡ لَا یُبۡصِرُوۡنَ (الاعراف:198) آپﷺ کی طرف دیدے گھماتے ہیں۔ نظر کرتے ہیں لیکن آپﷺ کو نہیں دیکھ سکتے۔ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ حضورﷺ کی ذات کو دیکھتے تو تھے کہ رخ مبارک کو دیکھتے تھے۔ آپﷺ کا کلام سنتے تھے جو انہیں جواب دیتے تھے۔ اللہ کریم فرماتے ہیں کہ یہ حضرت محمد بن عبداللہ قریشی وہاشمی کو دیکھتے تھے محمد رسول اللہﷺ کو نہیں دیکھتے تھے۔ اگر محمد رسول اللہﷺ کو دیکھتے تو ایمان لے آتے اسی طرح اگر کوئی اتباع نہیں کرتا تو اُن برکات سے محروم ہو جاتا ہے۔ لیکن اتباع کرتا ہے اور خلوص میں کمی ہے تو جتنا اُس کا خلوص ہوگا اتنی ہی قبولیت باری ہوگی اور جتنا اللہ قبول فرمائیں گے اتنی برکاتِ نبوت و رسالتﷺ نصیب ہوں گی۔ ہر چیز اللہ کریم ہی دیتے ہیں۔ سورج بھی انہیں کا بنایا ہوا ہے اور دھوپ اور گرمی بھی وہیں پہنچتی ہے جہاں وہ پہنچانا چاہتے ہیں۔ لیکن کوئی خود کو ارادتاً اس کے سامنے لاتا ہے تو دھوپ پڑتی ہے۔ نہیں لاتا تو نہیں پڑتی۔ اسی طرح شمس نبوتﷺ سے برکات تو کائنات پر جاری وساری ہیں لیکن خود کو سامنے لانا پڑتا ہے۔ ارادتاً نیت سے، عمل سے اور خلوصِ قلب سے تو جسے برکاتِ نبوتﷺ اور انواراتِ رسالتﷺ پہنچ رہے ہوں اُسے معیت رسالتﷺ نصیب ہوتی ہے۔ وصلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اللہ کریم نصیب فرمائیں۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝٢٢

ترجمہ: اور بلاشبہ ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان کردیا تو کوئی ہے جو نصیحت حاصل کرے

# اکرم التراجم

قدرت اللہ کمپنی کے تیار کردہ دیدہ زیب قرآن پاک

شیخ المکرّم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

کا تحریر کردہ آسان اور عام فہم زبان میں اردو ترجمہ

اب آپ ہماری ویب سائیٹ www.naqashbandiaowasia.com پر بھی پڑھ سکتے ہیں

شیخ المکرم کے تازہ ترین بیانات ہر جمعہ کی شام ہماری ویب سائیٹ www.ourshelkh.org پر سن سکتے ہیں

منجانب: صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان ایڈمنسٹریٹر دارالعرفان منارہ 0543-562200



## توسیع مسجد دارالعرفان منارہ

آج سے 32 سال قبل جس مسجد کا سنگ بنیاد حضرت مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ نے رکھا تھا آج وہ پوری دنیا کیلئے تصوف کا مرکز بن چکی ہے، یہ وہی قافلہ ہے جسے اس کے میر کارواں نے نہایت مجاہدے سے شروع کیا اور یہ رواں دواں ہے توسیع کا سنگ بنیاد

حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی نے

جمعۃ المبارک بمطابق 25 مئی 2012ء کو رکھا

مسجد دارالعرفان کے توسیعی منصوبے پر 39 ملین روپے لاگت آئے گی اور یہ 01 سال میں مکمل ہوگا

مسجد کے ہال میں بیک وقت 4500 نمازیوں کی گنجائش موجود ہوگی۔

اگر کوئی ساتھی اس مسجد میں اپنے ایک مصلیٰ کا ہدیہ (جو تقریباً 15 ہزار روپے پاکستانی) اندازہ کیا گیا ہے
جمع کروانا چاہے تو دارالعرفان مرکز یا ضلعی امراء سے رابطہ کر سکتا ہے

منجانب: مرکزی دفتر دارالعرفان منارہ تحصیل کلر کہار ضلع چکوال

Prophet-saws Sunnah. We are looking for excuses for compromising our obedience, and that too for paltry benefits.

There was an elderly person in our village, who lived to a ripe old age. We were still in school when his beard had turned white. He passed away just a few years ago. He was so punctual in his worship that he would go to the Masjid for Tahajjud, and would come out after offering Ishraq, and similarly in the evening, he would go to Masjid for As ar prayer and would come out after offering Isha. However, he had some money which he had put in a bank on which he was getting interest on monthly basis. Somebody once asked him, "You are very pious person and you never miss a Salat or recitation of the Holy Quran, then why are you taking interest on your money?" He became very angry by the question and replied,'If I dont take interest, how will I meet my expenses? I will consume the entire amount and there would be no source of income anymore'.

Now the question is,'Who are you worshipping, if you do not even know Who your Provider is, and if you do not have the faith that if the income comes from a permitted source, He will make provision for more?. Apparently, it seems a trivial matter, but what it teaches us is that as Iman is synonymous with trust in Allah-swt, if we lack that trust, then how can we claim that we have faith? It then becomes a hollow ritual to sit and worship all day in a Masjid, yet not have trust in Allah's Providence. How strange it is, that even the birds and animals do not pile up anything at the end of the day, and trusting in Allah's Providence, still find theirshare of food, daily.

Similarly, there are numerous other aspects of our lives where we give up Allah`s-swt obedience for our personal interests, and we make excuses that we are compelled to do so. What kind of compulsion is this? What if Allah-swt had asked us to sacrifice ourselves or leave our homes? Keep in mind though, that only those who laid down their lives, would attain salvation and faith. But Allah-swt has not asked us for any such thing. He says: I have furnished you with every blessing in the earth, obtain it in the permissible way, do not snatch it from others, and eat and dress inthe permissible way.He has not forbidden us sleep; rather one can sleep after Isha and wake up again at Fajr, and He renders the whole night as an act of worship. And He asks, You object to My Commands? Although I could have asked for your life,because it is I Who has bestowed it to you'.

Therefore, my brothers, whether it is the reward in the Hereafter, or guidance in this world or righteousness, all of them are founded on Faith, and this is attained only by sincerely obeying the Holy Prophet-saws.

(To be continued)

you. Hence, if I Command you: وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ If you are true believers, then you have to sacrifice your selves, or اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ leave your countries and give up all your belongings: your homes, lands, property, friends, relatives, tribes, all;the majority would have found it difficult to comply مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ,with the exception of a very asmall band of believers who would have evercut their throats or left their homes on Allah[swt]'s Command. But had they (the rest) done as commanded, وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ indeed, this would have been better for them.

You people who objectand complain about the injunctions of the Shariah; should realize that it is Allah`s[swt] privilege to demand anything from you, be it youlives or your possessions.Your identity, your family, your wealth and fortune are all bestowed by Allah[swt], so if He had asked you to give up everything,due compliance would have been better for you. However, Allah[swt] has not commanded people to do so; instead He[swt] has blessed them with the guidelines for spending a successful and fruitful life,yet they raise objections against it.

Allah[swt] then states that, لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ it would be better for you to act upon what is prescribedfor youand وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا this will also increase your faith وَّ اِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا, [4:67] وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا [4:68] and if you do as demanded, Allah[swt] will give you a great reward for it, and you would find the true Path. This means that reward, guidance on the straight Pathand attaining true faith is contingentupon the obedienceof the Holy Prophet[saws].

Because: وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ obedience to the Holy Prophet[saws] denotes obedience to Allah[swt]; The Holy Prophet[saws] never says anything on his own,he says only that which is revealed to him by Allah[swt].

Therefore, my brothers, we need to keep an eye upon our daily actions and relationships. Allah[swt] is most Merciful. We have spent many years of our life running away from Him, but when we finally turn to Him,He does not admonish us for our past actions, but graciously accepts whoever returns to Him. Repentance for ones past deeds leads to forgiveness of all sins. But the only way to salvation is in the obedience of the Holy Prophet[saws]. One will only succeed if one obeys the Holy Prophet[saws]

Most of us consider ourselvesvery upright and pious, but the reality is different. Just as a pot of milk can be polluted by a single drop of impurity; one bad word from a person can nullify his whole days worship.What are we then? Nothing! But atleast we can make this a reality: that no matter what, we will bind ourselves, make it compulsory upon ourselves, to follow the Holy Prophet[saws] in all matters.

Admittedly, we are very weak and commit many mistakes, and we know that Allah[swt] is very Merciful and He forgives, but at least our intentions should be pure! But we, in even the most insignificant aspects of our lives, are going against the Holy

# THe Identity of a Believer

**Translated Speech of**
**SHEIKH UL MUKARRAM (MZA)**

**Dated:2-12-2013**

FromPreviousMonth

Sometimes (opportunities for) earning throughpermissible means are not that readily available, so why not earn from the forbidden sources; after all one has to feed oneself. At least there should be some roomfor a person to manoeuvre in accordance with his own desiresand needs.

What a beautiful reply He gives in the following Verse:وَلَوْ أَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ أَنِ اقْتُلُوٓا أَنفُسَكُمْ Yet if We order them to end their lives...... "What ever the Holy Prophet[saws] commands you to do, are My Commandments which he-saws delivers to you." It is Allah[swt] Who Commands what is Obligatory (Faraiz) and what is Necessary(Wajibaat), and the correct method of executing them is also ordained by Him.

Now just reflect! A person rises up in the desert of Arabiaat the age of forty who has never received any formal or informal education from any teacher, never set eyes on any educational institution, does not even know how to read or write; and suddenlyhe begins to teach Allah[swts]'s Perfect Message! For forty years the Holy Prophet[saws] had engaged in Allah[swts] remembrance in solitude. The exalted standard of his noble character, and his exemplary pattern of conduct,is presented by the Holy Quran as proof of his Prophet-hood.

And then, when after forty long years, the Holy Prophet[saws]came out to preach, he[saws]brought out a perfect code of conduct for the world to follow, for ALL times until the Day of Qiyamah. And not for just one nation, or one country, but for all the descendants of Hazrat Adam[as] the entire mankind!

No other than a Messenger of Allah could have accomplished the task of prescribing a truly universal code of conduct for all the peoples of the world, despite diversityin their customs, traditions, languages, clothing, food, etc. Therefore it is stated that, whatever the Holy Prophet[saws] has prescribed, is the best. It is a fact, that the easiest way to perform a task, is to perform it in the correct manner. Performing it incorrectly makes it arduous.The end result might be the same but doing it correctly makes it easier. Therefore, the Holy Prophet[saws] teaches us the easiest and least cumbersomemanner in which to lead one's life.

However, what I have stated above, is not Allah[swt]'s answer to man's lament. What Hestates is that:وَلَوْ أَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ أَنِ اقْتُلُوٓا أَنفُسَكُمْ.The universe belongs to Me, I own it. Therefore, everything in this universe is MineI have created you and bestowedlife and wealth on

Mukarram-mza had the advantage of being taught directly by Hazrat Ji rua and was not only richly endowed with religious knowledge but was also endowed by Allah Kareem with Ilme Ladunni (Knowledge from His Presence). While presenting these Ahbab to Hazrat Sultan ul Arifeen rua, Hazrat Ji rua requested permission for Khilafat [appointment as Khalifah (successor)] for them.

Concerning these four personalities Hazrat Ji rua said:

"These four persons are appointed by the Masha'ikh, just as I have been appointed by the Masha'ikh. The difference between us is that I am directly appointed (without an intermediary) whereas they are indirectly appointed to help me carry on the work of the Silsilah."

Thereafter no one else was given the honour of being appointed by Hazrat Sultan ul Arifeen rua. Hazrat Ji rua, in a letter to Hazrat Ameer ul Mukarram-mza, wrote an account of the events of this audience:

"The day this humble person (himself) presented you and Maulvi Sulaiman to Hazrat Sultan ul Arifeen rua for permission for you to give Tawajjuh, I petitioned him that this child is a youth, he is also brave. The answer I got was that he is a 'Rock' for the Silsilah. Insha Allah, Iblis with all his might will not be able to move him. This was the answer to my submission that he is a child."

"My submission about your bravery was granted in the strength of (your) Tawajjuh. The strength granted to you was not granted to the Maulana; even though he was an Alim and a pious and noble person, and had been appointed the Shaikh of the Silsilah after me, provided he lived . But the strength of Tawajjuh, after me, has been granted only to you

Hazrat Ameer ul Mukarram-mza's confirmation of Bai'at had already taken place before the Langar Makhdoom Ijtema' of 1964 but the Bai'at of other Ahbab was confirmed at this occasion. When Hafiz Abdur Razzaq-rua compared himself to the other three, he expressed his insignificance, 'Hazrat I am not capable of this. I am a disreputable dolt'.

Hazrat Ji rua answered after a pause, "Hazrat Sultan ul Arifeen says that now he has become a human being, wait and see the results of Allah swt's Grant."

An interesting incident also took place during this Ijtema'. Maulana Abdul Haq Joharabadi, despite being a devotee of Hazrat Ji rua was consumed by doubts. It was Hazrat Ji rua's habit that he would visit the Changaranwala graveyard near Langar Makhdoom and would also instruct the Ahbab to pay their respects to Hazrat Qutb Sahib rua at his gravesite. The Maulana was also present at the Ijtema', Hazrat Ji rua instructed a person of Noor Pur, Baba Ramzan to present the Maulana to Hazrat Qutb Sahib rua. When Baba Ramzan reached there and concentrated towards the grave, he found that Hazrat Qutb-rua was at the moment in Illiyeen. Baba Ramzan could not control himself and said, 'He is not in the grave!'

**(To be continued)**

Ummah up to now: Imam Ahmed bin Hanbal rua and Imam Ghazali rua. The Masha'ikh in Barzakh want to proceed further (i.e. they want me to take them further). Hazrat Rafa'ai rua, Hazrat Ghauth Baha ul Haq rua of Bhera were content to attain to the Maqam-e Tasleem and Maqam-e Radha, respectively. Hazrat Pir Sahib rau (Ghauth-e Azam)'s flight is very strong and he accompanies me. Hazrat Imam Hassan Basri rua, whose Stations are the highest in the Ummah, died in the third 'Hijab-e Uluhiyyat'. It took me a total of 15 years to cover all the 'Hijabaat' (Divine Veils) and all this time was full of affliction and pain.

Among the contemporary Ulama, Mufti Muhammad Shafi rua, Maulana Idrees Kandhlvi rua and Maulana Gharghashi rua are in an excellent condition in Barzakh.

From the 1st September 1980, the annual Ijtema' was transferred permanently from the Munara School to Dar ul Irfan.

Conventions at Langar Makhdoom

Despite achieving the highest stations attainable in the history of Tasawwuf, Hazrat Ji rua retained a sentimental attachment with his first spiritual school throughout his life. Hazrat Ji rua had remained permanently at Langar Makhdoom between 1942 and 1945, but even after this period, it was his habit to spend a month every year at the Mazaar of Hazrat Sultan ul Arifeen rua. This usually occurred during the holiday break of the Religious schools. When the students under his tutelage at the Chitti Masjid, after completing their studies, left for their homes, he would spend all the holidays at Langar Makhdoom. Later on, when Ahbab started accompanying him there, the stay was shortened, first to eight days and then to six days.

From Talib Wala Pattan the small group of Hazrat Ji rua's devotees, carrying their belongings, walked the five kilometre distance on foot to reach the Mazaar. They also brought their own food for the Ijtema'. Hazrat Ji rua would stress that the local people or the Makhdoom family not be informed of their arrival so as not to waste time in hospitality or meetings, rather it be spent in the company of the Shaikh doing Zikr. After the 1960 open invitation, although there was a considerable increase in the numbers of the Ahbab, only those Ahbab were allowed to come to Langar Makhdoom who were required to be presented to Hazrat Sultan ul Arifeen rua for confirmation of their 'Roohani Bai'at '(Spiritual Pledge) or those who had been specifically called for.

When Hazrat Ji rua came to Langar Makhdoom in April 1964, 10 to 15 Ahbab participated for the first time in this Ijtema'. This Ijtema' holds a special place in the history of the spread of the Silsilah. Hazrat Sultan ul Arifeen rua had invested his authority in Hazrat Ji rua in 1945, but now after opening the Silsilah to all, it became necessary to appoint competent Ahbab to assist Hazrat Ji rua. Hazrat Ameer ul Mukarram-mza had been under Hazrat Ji rua's training for six years whereas Maulana Sulaiman of Chakwal, Hafiz Abdur Razzaq-rua and Maulvi Ikram ul Haq had been doing Zikr for about three or four years. The later were amply endowed with outward religious knowledge whereas Hazrat Ameer ul

Hayat-e-Javidan Chapter 20

# A Life Eternal (Translation)

continued From Previous Month

## CONGREGATIONS

Lata'if are included in worship, Maraqbaat are included in worship, whole Salik-ul-Majzoobi is included in worship. As you continue proceeding upwards, all (stations) are included in worship. You will come to realize this when you face death.

There is still time, I urge you to read the Holy Quran daily, recite La Ilaha ill Allah with great frequency, read Darood in abundance, send Darood on the Holy Prophet saws. Recite Istighfar. If you can't recite 100 at one time, recite it 20 times in the morning, 20 times with Zohar, 20 with Asr, 20 with Maghrib and 20 with Isha. Before sleeping it is essential that you read 10 or 20 times 'La Ilaha Ill Allah' and Surah Ikhlas...only this way.

Yes, and if any one of you has monetary problems, then I give permission to everyone in my Jama'at to recite: "La Haula Wa La Quwwata Illa Billah hilAliyyil Azeem." Keep reading this, preceded and followed by as much Darood Sharif as you can. Insha Allah, after some time your problems will be solved.

Wa Akhiro D'awana AnilHamdo Lillah-e Rabbil Aalameen.

Let us make D'ua together:

Al-Hamdo Lillah-e Rabbil Aalameen, Wal Aa'qebat-o LilMuttaqeen was Salat-o was Salaam-o ala Rasool-e hil Kareem.

O Allah! Make Islam victorious, make us the servants of Islam, grant us firmness on Deen, make us the slaves of the Holy Prophet (saws) and of the Sahabah Karaam rau. Bless us to follow the Path of the pious ancestors. O Allah, (a pause, and then overwhelmed by weeping, he continued the prayer)...treat us according to what befits Your Greatness; do not treat us according to what we deserve. Have pity on us, make us the slaves of Your religion, make us its slaves as long as we live. O Allah! May we keep taking Your Name as long as we live! Grant us strength, grant us the capacity to connect those people with You who have been cut away from You by the whispers of Shaitan, Grant us the ability to do this. O Allah! We are very weak, please have Mercy on us, we are weak have Mercy on our condition. We are sinners and wrong doers, have Mercy on us...

Allah make us firmly follow our Holy Prophet saws and to follow the Righteous the and Rightly Guided Caliphs. Ameen!

The last annual Ijtema' to be held at the Munara School was in 1980. On the 21 August after the Fajr Salah, Hazrat Ji rua was seated among the Ahbab. On this occasion he said:

There have been two Siddiq in this

Zil Qad / Zil Haj 1434h

October 2013

ماہنامہ المرشد

لیس یتحسر اھل الجنۃ الا علی ساعۃ مرت
بھم لم یذکروا اللہ تعالی فیھا (ترمذی)

" The people who enter Jannah will have no remorse except for those moments in time which remained without Allah's rememberence"
(Tirmizi)

Sultan Ahmed Mosque
Istanbul.

The effort to earn an honest living is just as obligatory as any other Islamic injunction. But forgetting the Day of Judgment in its pursuit is not right.

Hazrat Sheikh ul Mukaram
Ameer Muhammad Akram Awan MZA

MONTHLY AL-MURSHID PS/CPL # 15
17-AWASIA SOCIETY-COLLEGE ROAD, TOWN SHIP LAHORE

# www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ اپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ اپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور اپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1- مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2- مشکوۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4- اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5- حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6- ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8- اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9- سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریباً تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فوراً اپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255